# نصرة


ہجرت–ایک عظیم سیاسی واقعہ

پاکستان کو اپنی طاقت کو پہچاننا ہو گا

بیعتِ عقبہ ثانیہ یا بیعتِ حرب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دعوت



محرم–صفر 1447ھ

جولائی–اگست 2025ء

شمارہ–85


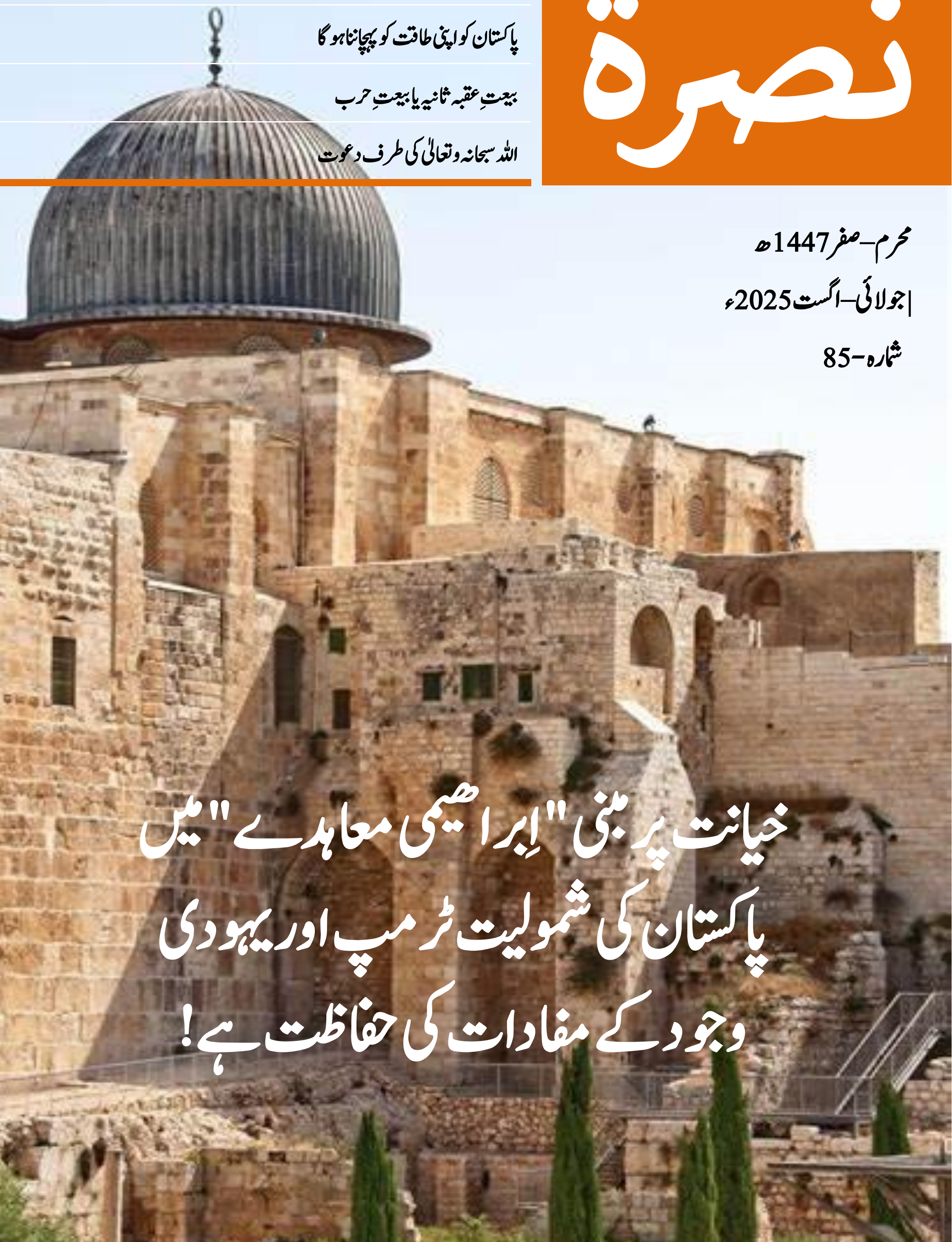

## خیانت پر مبنی "اِبراھیمی معاھدے" میں پاکستان کی شمولیت ٹرمپ اور یہودی وجود کے مفادات کی حفاظت ہے!

# فہرست


اے مسلمانو! اپنی نگاہیں اپنے حکمرانوں کے محلّات کی طرف موڑو! ........ 3

تفسیر سورۃ البقرۃ (282) ........ 5

سوڈان کی جنگ: استعماریت، خیانت اور فریب کی کہانی ........ 21

یہ یقیناً ایک بڑی رسوائی ہے ........ 23

ہندوستان کی انتہاپسند ہندو حکومت ........ 26

طالبان تحریک اور خلافت کے قیام کا موقع ........ 31

ہجرت—ایک عظیم سیاسی واقعہ ........ 39

غزہ میں ایک اور قتلِ عام—توامت کی غیرت کب جاگے گی؟! ........ 44

پاکستان کو امریکی-بھارتی بالادستی سے نکلنے کے لیے اپنی طاقت کو پہچاننا ہو گا ........ 46

بیعتِ عقبہ ثانیہ یا بیعتِ حرب ........ 51

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دعوت ........ 57

سوال وجواب: یہود کا ایران پر جارحانہ حملہ اور اس سے نکلنے والے نتائج ........ 64

سوال کا جواب: ایسی ریاستوں کے ساتھ معاملات کرنا جو فعلاً حربی ممالک (المحاربة فعلا) ہیں ........ 74

خیانت پر مبنی "اِبراھیمی معاہدے" ........ 78

# اے مسلمانو! اپنی نگاہیں وائٹ ہاؤس نہیں، اپنے حکمرانوں کے محلّات کی طرف موڑو!

آج کل عام مسلمانوں کی، اور بالخصوص صحافیوں، تجزیہ نگاروں، مبصرین اور حالات حاضرہ ہی نظر رکھنے والے لوگوں کی نظریں وائٹ ہاؤس پر جمی ہوئی ہیں۔ سب کی توجہ اس امر پر مرکوز ہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور یہودی وجود کے وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو کی ملاقاتوں سے کیا نتیجہ نکلے گا؟ کیا ٹرمپ نیتن یاہو پر دباؤ ڈالے گا کہ وہ غزہ پر اپنی جارحیت روک دے؟

ہم مبالغہ نہیں کر رہے اگر ہم یہ کہیں کہ اس جنگ کے خاتمے کے سب سے زیادہ متمنی خود غزہ کے باسی ہیں — جو اس آگ میں جھلس رہے ہیں؛ قتل کیے جا رہے ہیں، زخمی ہو رہے ہیں، بھوکے پیاسے ہیں، اور دربدر کیے جا رہے ہیں۔ اور ان کے بعد سب سے زیادہ تڑپ رکھنے والے وہ مسلمان ہیں جو اپنی سرزمینوں میں مصنوعی سرحدوں، ظالم اور کرپٹ حکومتوں کے ہاتھوں جکڑے ہوئے ہیں۔ ایسی حکومتیں کہ جن کی سربراہی مغرب کے آلہ کار رویبضہ حکمران کر رہے ہیں، جو مسلمانوں کو غزہ کے لوگوں اور پورے فلسطین کی مدد میں جہاد کرنے سے روکے ہوئے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم دنیا کی نیوز چینلز اور نیوز ویب سائٹس سیاسی تجزیہ نگاروں اور مفکرین کو مدعو کرتی ہیں تاکہ وہ واقعات، آراء اور بیانات کا تجزیہ پیش کریں تاکہ انہیں گویا "میڈیا کی فتح" یا "صحافتی سبقت" حاصل ہو جائے!

کیا واقعی مسلمانوں کا حال اب اس نہج پر پہنچ چکا ہے کہ واقعات ان کے ساتھ پیش آئیں، سازشیں ان پر تھوپی جائیں اور مسلمان محض تماشائی بن کر انتظار کریں؟ ان کے بھائی قتل کیے جا رہے ہیں، بھوکے مارے جا رہے ہیں، دربدر کیے جا رہے ہیں اور مسلمان صرف دیکھ رہے ہیں۔ اور ان میں سے بہترین مسلمان وہ سمجھا جاتا ہے جو بس یہ سب دیکھ کر صرف تجزیہ کر رہا ہو؟! کیا مسلمانوں کے پاس اپنی افواج نہیں؟ وہ افواج جن پر اربوں ڈالر خرچ کیے جاتے ہیں، جن کے لیے جدید اسلحہ خریدا جاتا ہے، اور جن میں امت کے بہترین فرزند شامل ہیں — وہ جوان جو جنگ کے لیے اور اپنی جانیں اور مال راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں، تاکہ امت، اس کے مقدسات، اور اس کی حرمتوں کا دفاع کر سکیں؟!

اے مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے: کیا تم نے صدیوں تک دنیا پر حکمرانی نہیں کی!؟ کیا تم بین الاقوامی سیاست تمہارے زیرِ اثر نہیں تھی اور کیا تم اس میں فعال کردار ادا نہیں کرتے تھے!؟ کیا تم یہ بھی بھول چکے ہو کہ تمہاری فوج کو کبھی "ناقابلِ شکست"

فوج کہا جاتا تھا؟! اور آج چند درندہ صفت، آوارہ گرد، ذلیل ترین اور بزدل ترین افراد تمہاری مقدس سرزمین پر قابض ہیں؛ تمہارے بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں، انہیں بھوکا سے مار رہیں ہیں، بے گھر کر رہیں ہیں؛ اور اپنے طیاروں کے ساتھ تمہاری فضاؤں میں گھوم پھر رہیں ہیں اور انہیں اس بات کا کوئی خوف نہیں ہے کہ کوئی ان پر ایک گولی بھی چلائے گا؟!

اے مسلمانو! آج کے حالات کسی تجزیے کے محتاج نہیں رہے؛ سب کچھ کھل کر سامنے آچکا ہے۔ تمہارے دشمن اپنی دشمنی کو اب چھپاتے نہیں؛ وہ علی الاعلان، دن دہاڑے تمہارے خلاف دشمنی کا اعلان کرتے ہیں۔ اور تمہارے حکمرانوں کا حال تو اب ہر صاحبِ بصیرت پر عیاں ہے کہ وہ استعماری کفریہ قوتوں کے زیادہ قریب ہیں، اور اپنی ٹیڑھی کُرسیوں کو بچانے کی خاطر وہ تمہیں تقسیم کیے ہوئے ہیں، تمہاری وحدت کو روکے ہوئے ہیں اور تمہیں تمہارے دشمنوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ تو پھر اس میں کوئی حیرانگی والی بات نہیں ہے کہ وہ تمہیں فلسطین اور دیگر علاقوں کے مظلوموں کی مدد سے روکتے ہیں۔

لٰہذا، وہ بات جو بارہا کہی جاچکی ہے، اور وہ حقیقت جو ہر مسلمان جانتا ہے، ہم پھر دہراتے ہیں: اب وقت آچکا ہے کہ تمہاری نگاہیں وائٹ ہاؤس سے ہٹ کر تمہارے اپنے حکمرانوں کے محلات کی طرف مرکوز ہوں؛ تم اب اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ ٹرمپ نیتن یاہو پر دباؤ ڈال کر تم پر جنگ ختم کرنے کی "مہربانی" کرے گا۔ بلکہ تمہاری نگاہیں تمہاری اپنی افواج کی چھاؤنیوں کی طرف اٹھنی چاہئیں اور افواج کو حرکت میں لانا چاہیئے، تاکہ وہ اس مبارک سرزمین کو آزاد کروائیں، اسے یہود سے پاک کریں، اور یہود کی پشت پہ کھڑی کفار کی ریاستوں کو لرزادیں

اور یہ تمہارے سامنے حزب التحریر ہے — ایسا رہنما جو اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا، جو تمہاری نشاۃ ثانیہ کا منصوبہ لے کر آیا ہے اور تمہیں پکار رہا ہے، تمہیں بیدار کر رہا ہے، تاکہ تم اس کے ساتھ مل کر جہدوجہد کرو تاکہ وہ تمہیں نصرت، عزت اور وقار کی اس منزل تک پہنچائے جس کی تمنا تمہارے دلوں میں موجود ہے۔ لہذا اس کی مدد کرو اور اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

فہرست

# تفسیر سورۃ البقرۃ (282)

جلیل القدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلاَ يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلْ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنْ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى وَلاَ يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلاَ تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلاَّ تَرْتَابُوا إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلاَّ تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلاَ يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلاَ شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمْ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی مقررہ مدت کے لئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور چاہیے کہ کوئی لکھنے والا تمہارے درمیان عدل کے ساتھ لکھے۔ لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے، پس وہ لکھے، اور وہ شخص املا کروائے جس پر قرض ہے، اور وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے، اور کچھ بھی اس میں سے نہ گھٹائے۔ اگر وہ شخص جس پر قرض ہے بے عقل ہو یا کمزور ہو یا وہ خود لکھوا نہ سکتا ہو، تو اس کا ولی عدل کے ساتھ املا کروائے۔ اور اپنے میں سے دو گواہوں کو گواہ بنالو۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں، اُن میں سے جو تم گواہوں کے طور پر پسند کرو، تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے۔ اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔ قرض چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی مدت مقرر تک اسے لکھنے میں سستی نہ کرو۔ یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف پر مبنی ہے، اور گواہی کو درست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور اس سے شک وشبہ پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں اگر معاملہ فوری تجارتی لین دین کا ہو جسے تم آپس میں ہاتھوں ہاتھ کرتے ہو، تو اس کو نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں، مگر جب بھی تم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو۔ اور نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی گواہ کو۔ اور اگر تم ایسا کرو تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی۔ اللہ سے ڈرو، اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے" (البقرۃ:282)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جب اپنے راستے میں خرچ کرنے کا ذکر فرمایا تو یہ واضح کیا کہ اس میں نہ کوئی نقص ہو، نہ دل کی تنگی ہو، نہ ریاکاری، اور وہ مال پاک اور حلال ہو، نہ کہ ناپاک یا ناجائز۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ اس راہ میں خرچ صرف خالص نیت اور اللہ کی رضا کے لئے ہونا چاہیے، خواہ وہ رات کو دیا جائے یا دن میں، پوشیدہ ہو یا اعلانیہ، اور اس کا اجر عظیم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سود (ربا) کا ذکر فرمایا، اس کے قبیح گناہ کو بیان کیا، اور اسے شدید انداز میں حرام قرار دیا، اور فرمایا کہ سود لینے والوں کو صرف اصل رقم ملنی چاہیے، نہ کہ وہ دوسروں پر ظلم کریں اور نہ ہی وہ خود خسارے میں ڈالے جائیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کا ذکر فرمایا، اور اس بات کو سراہا کہ اگر کوئی قرض دار کو کچھ یا سارا قرض معاف کر دے تو یہ صدقہ کے مترادف ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرض کے لین دین کے احکام بیان فرمائے، خواہ آدمی مقیم ہو یا سفر پر۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ جب وہ آپس میں قرض کا معاملہ کریں تو اسے لکھ لیا کریں، اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو اس پر گواہ بنالیا کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے اور اپنے حق کی حفاظت کے لئے ہے۔ اللہ نے اس عمل کو ہر قرض کے معاملے میں ترغیب دی ہے، خواہ وہ قرض کم ہو یا زیادہ، جب تک کہ اس میں مدت مقرر ہو، اور اگر معاملہ نقدی کا ہو، یعنی ہاتھوں ہاتھ ہو، تو اس پر کوئی سختی نہیں۔

اسی طرح، اللہ تعالیٰ نے گواہوں اور لکھنے والوں کو کسی بھی طرح نقصان پہنچانے کو حرام قرار دیا ہے، خواہ وہ دباؤ ڈال کر ہو یا حقائق کو بدلنے پر مجبور کر کے۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ شریعت کے مطابق عمل کیا جائے اور اس یقین کے ساتھ کہ اللہ ہر چھپی اور ظاہر بات کو جانتا ہے، اور وہ علیم و خبیر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**اللَّهُ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ**﴾ **"اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں"**[آل عمران:5]۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے علم سے کوئی چیز اوجھل نہیں، وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے، ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**﴾ ایمان والوں کو خاص طور پر خطاب ہے، یعنی وہ لوگ جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، ان کے لئے یہ ہدایت نازل کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿**إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ**﴾ **"جب تم کسی مقررہ مدت کے لئے قرض کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو"۔**

یہ قرض کی صورتوں سے متعلق ہے، اور قرض ہر ایسے معاملے کو شامل کرتا ہے جس میں معاملہ یک طرفہ فوری ہو اور دوسری طرف مؤخر ہو۔ جیسے مالی قرض دینا، جیسے کہ آپ کسی شخص کو رقم دیں کہ وہ آپ کو بعد میں لوٹا دے گا، یا ایسا سودا جس میں

سامان فوری دے دیا جائے لیکن قیمت مؤخر کی گئی ہو، یا قیمت فوری دے دی جائے اور سامان مؤخر ہو، تو یہ سب معاملات "دَین" (قرض) کے دائرے میں آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾ **"جب تم ایک مقررہ مدت تک قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو"۔**

یہ آیت مبارکہ لفظ "**وَلْيَكْتُبْ**" میں ضمیر کی طرف رجوع کرنے کے فائدے کو نمایاں کرتی ہے۔ اگر آیت میں ﴿**إِذَا تَدَايَنْتُمْ**﴾ کے الفاظ نہ ہوتے، اور صرف یہ کہا گیا ہوتا کہ "اگر تم ایک معیّن مدت تک قرض کا معاملہ کرو"، تو اس صورت میں "وَلْيَكْتُبْ" کی جگہ، "فَاكْتُبُوا الدَّيْن" کہا جاتا، جو کہ اس آیت کے فصیح اور بلیغ اسلوب کا نعم البدل نہ ہوتا۔ فصاحت وبلاغت کی باریکیوں کو سمجھنے والے اس فرق کو خوب محسوس کرتے ہیں۔

اللہ پاک نے فرمایا، "**إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى**" یعنی: **"ایک معیّن مدت کے لئے"۔**

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: أشهَدُ أنَّ السَّلفَ المضمونَ إلى أجلٍ مُسمًّى قد أحلَّهُ اللَّهُ في كتابِهِ وأذِنَ فيهِ، ثمَّ قرأَ ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ**﴾ **"میں گواہی دیتا ہوں کہ مقررہ مدت کے ساتھ مؤخر قرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے جائز قرار دیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے"۔ اس کے بعد انہوں نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ "اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی مقررہ مدت کے لئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو"۔** "سَلَف" اور "سَلَم" ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، یعنی مؤخر کرنا۔

امام ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ**﴾ "اے ایمان والو! جب تم آپس میں قرض کا لین دین کرو"، اس آیت کے بارے میں انہوں نے فرمایا: نزلت في السلم في كيل معلوم إلى أجل معلوم، "یہ آیت ایک ایسے قرض کے بارے میں نازل ہوئی جس میں مقدار بھی معلوم ہو اور مدت بھی معلوم ہو"۔

اگرچہ یہ آیت "سَلَم" (یعنی ادھار خرید و فروخت) کے بارے میں نازل ہوئی، لیکن یہ امر اس بات کو نہیں روکتا کہ اسے دیگر تمام اقسام کے قرضوں پر بھی لاگو کیا جائے۔ کیونکہ آیت میں "دَین" کا لفظ عام استعمال ہوا ہے، البتہ اس کی قید ایک معیّن مدت کے ساتھ آئی ہے۔ لہٰذا، ہر قسم کے قرض کو (چاہے وہ 'سلم' کی بیع سے پیدا ہو یا کسی اور صورت سے) اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد، ﴿وَلْيَكْتُبْ﴾ "اور اسے لکھ لیا کرو"، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرض لکھوانے کا حکم (امر) ہے کیونکہ تحریر کرنا درست دستاویزی عمل کو یقینی بنانے کا ذریعہ ہے۔ یہ حکم دراصل ایک طلب (درخواست) کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے وجوب، استحباب یا اباحت کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ یہ حکم صرف رہنمائی اور مصلحت پر مبنی ہے، یعنی قرض کو محفوظ کرنے اور اختلافات سے بچنے کے لئے لکھنا بہتر ہے۔

چونکہ اصل میں یہ حکم ایک درخواست کی صورت میں ہے، اور اس کا قرینہ ہی اس بات کا تعین کرتا ہے کہ یہ حکم واجب ہے، مستحب ہے یا مباح، تو آیت پر غور و تدبر کرنے سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

الف- ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں جو اس لکھنے کو طلب جازم قرار دے، جیسے اسے لکھنے میں ناکامی پر سزا۔ نہ ہی کسی شرعی اصول کی بنیاد پہ کوئی حتمی ثبوت موجود ہے۔ لہٰذا قرض کو لکھنا واجب نہیں ہے۔

ب۔ البتہ کچھ ایسے قرائن ضرور موجود ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ قرض کو لکھ لینا، نہ لکھنے سے بہتر ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ﴾ **"اور چاہیے کہ کوئی لکھنے والا تمہارے درمیان عدل کے ساتھ لکھے۔ اور ایسے لکھے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے"** (البقرۃ:282)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا﴾ **"پس وہ لکھے، اور وہ شخص املا کروائے جس پر قرض ہے، اور وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے، اور کچھ بھی اس میں سے نہ گھٹائے"** (البقرۃ:282)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا﴾ **"قرض چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی مدت مقرر تک اسے لکھنے میں سستی نہ کرو"** (البقرۃ:282)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ﴾ **"یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف پر مبنی ہے"** (البقرۃ:282)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا﴾ **"اور گواہی کو درست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور اس سے شک و شبہ پیدا نہیں ہوگا"** (البقرۃ:282)

یہ تمام آیات اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ قرض کو لکھ لینا، نہ لکھنے سے بہتر ہے۔

البتہ ان میں سے بعض دلائل دنیاوی فوائد کی طرف اشارہ کرتے ہیں، مثلاً:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا﴾ **"اور گواہی کو درست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور اس سے شک وشبہ پیدا نہیں ہوگا"** (البقرۃ:282)

یہ اس لئے ہے کہ حقوق کے بارے میں جھگڑوں سے بچا جا سکے، اور گواہی کو مضبوطی سے قائم رکھا جا سکے، نیز گواہوں کے لئے شہادت دینا بھی آسان ہو جائے۔

اگر صرف یہی ایک قرینہ موجود ہوتا، تو اس سے صرف اباحت (یعنی جائز ہونے) پر دلیل لی جا سکتی تھی۔ لیکن بعض دیگر قرائن یہ بتاتے ہیں کہ قرض کو لکھنا مستحب یعنی باعثِ اجر عمل ہے، جیسے کہ، آیت میں ہے، ﴿ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ﴾ **"یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف پر مبنی ہے"** (البقرۃ:282)۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرض کو لکھنے کا حکم مستحب یعنی باعثِ اجر عمل ہے۔ لہٰذا، اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ: ایمان والوں کے لئے یہ مستحب اور باعثِ اجر عمل ہے کہ وہ اپنے درمیان ہونے والے مؤخر قرض کے لین دین کو، جس کی ادائیگی ایک معیّن وقت پر ہو، تحریری صورت میں محفوظ کریں۔

جہاں تک ان قرضوں کا تعلق ہے جن کی ادائیگی کے لئے کوئی معیّن مدت مقرر نہ کی گئی ہو، تو ان کو لکھنا مستحب نہیں بلکہ صرف جائز ہے، اور اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: قرآن مجید کی آیت میں قرض کو لکھنے کی جو ترغیب دی گئی ہے، وہ مقررہ مدت والے قرض کے ساتھ مشروط ہے۔ یہ شرط ایک واضح معنی رکھتی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرض لکھنے کا حکم صرف ان صورتوں میں ہے جن میں ادائیگی کا وقت طے شدہ ہو۔

دوسری وجہ: اگلی آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ﴾ **"اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کرے"** (البقرۃ :283)، یعنی جب قرض دہندہ اور قرض دار ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوں، تو اس صورت میں قرض کو لکھنے کا جو حکم گزشتہ آیت میں تفصیل سے آیا تھا، اس سے استثناء دیا گیا ہے۔ لہٰذا، اس معاملے کو فریقین کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ چاہیں تو لکھیں، اور چاہیں تو نہ لکھیں۔

جب کوئی شخص کسی سے قرض لیتا ہے یا دیتا ہے لیکن ادائیگی کا وقت طے نہیں کیا جاتا، اور یوں کہا جاتا ہے: "جب چاہو واپس کر دینا"، تو یہ معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسی فرمان کے تحت آتا ہے: ﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ **"اور اگر تم میں ایک کو**

**دوسرے پر اعتماد ہو تب ضروری نہیں ہے**"(البقرۃ:283)۔ کیونکہ اس میں مقروض کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جب چاہے قرض واپس کر دے، بشرطیکہ دونوں کے درمیان اعتماد موجود ہو۔

چنانچہ آیتِ مبارکہ سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

الف۔ جس قرض میں ادائیگی کی مدت مقرر ہو، اسے لکھنے کا شرعی حکم مستحب (یعنی باعثِ اجر) کا ہے۔

ب۔ جہاں قرض دینے اور لینے والے ایک دوسرے پر اعتماد رکھتے ہوں، وہاں قرض کو لکھنے کا حکم مباح کا ہے؛ یعنی چاہیں تو لکھیں، اور اگر نہ چاہیں تو نہ لکھیں۔

اسی حکم میں وہ قرض بھی شامل ہے جس میں ادائیگی کی کوئی معیّن مدت مقرر نہ کی گئی ہو، کیونکہ اس صورت میں بھی فریقین کے درمیان اعتماد پایا جاتا ہے۔

یہ آیت قرض کی ادائیگی کے وقت کو متعین کرنے کے حکم کو بیان نہیں کرتی، کیونکہ یہ مسئلہ ہر قسم کے قرض کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کا حکم ہر صورت کے مخصوص نصوص کی روشنی میں ہی متعین کیا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر، بیعِ سلم میں، مدّت کو متعین کرنا اور اسے واضح طور پر طے کرنا معاملے کے شرعاً درست ہونے کی شرط ہے۔ مدّت اس انداز سے معلوم اور واضح ہونی چاہیے کہ اس میں کوئی ابہام باقی نہ رہے؛ مثلاً قیمت فوری ادا کر دی جائے اور کہا جائے کہ سامان، جیسے گندم، فلاں مقررہ تاریخ کو مہیا کیا جائے گا، اور یہ مدّت اس طرح بیان کی جائے کہ کسی قسم کی غیر یقینی کیفیت باقی نہ رہے۔

یہ قاعدہ اس حدیثِ مبارکہ پر مبنی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا اور جسے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ، دونوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ دو یا تین سال کے لئے کھجوروں کا قرض لیا کرتے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **«مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ»** "**جو شخص کسی کو کھجور کا قرض دے، وہ معلوم ماپ (پیائش)، معلوم وزن، اور معلوم مدت کے ساتھ قرض دے**"(بخاری، مسلم، ابو داوٗد، ترمذی)۔ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کی بیع سلم کے درست ہونے کے لئے ان تین باتوں یعنی مقدار، وزن اور مدّت کا واضح ہونا شرط قرار دیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِٱلْعَدْلِ**﴾ "**اور چاہیے کہ کوئی لکھنے والا تمہارے درمیان عدل کے ساتھ لکھے**"۔

یہاں "بِا" یاتو ﴿وَلْيَكْتُبْ﴾ **"اور چاہئے کہ لکھے"** سے متعلق ہے یا ﴿كَاتِبٌ﴾ **"لکھنے والے"** سے متعلق ہے۔

اگر یہ "بِا" اول الذکر سے متعلق ہو، تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ 'تحریر منصفانہ ہونی چاہیے، اگر چہ لکھنے والا عادل نہ بھی ہو' مثلاً وہ مسلمان نہ ہو لیکن لکھنے میں مہارت رکھتا ہو اور قابلِ اعتماد ہو، تو بھی تحریر کرنے کا حکم پورا ہو جائے گا۔

اگر "بِا" لکھنے والے سے متعلق ہو، تو مطلب ہو گا: "ایک منصف لکھنے والا تمہارے درمیان لکھے"، یعنی لکھنے والا ایسا ہو جو عادل ہو، جس کا مطلب ہے کہ وہ ایسا مسلمان ہو جو اعلانیہ فاسد نہ ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ڈرتا ہو، اپنی تحریر میں امانت دار ہو، اور اپنے کام میں ماہر اور واقف ہو۔

دوسری تشریح درج ذیل دلیل کی بنیاد پر زیادہ راجح ہے: ﴿وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ﴾ **"لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے"** (البقرۃ؛2:282)، یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ لکھنے والا مسلمان اور عادل ہونا چاہیے۔

لہٰذا، اس کا مطلب یہ ہو گا، "ایک عادل لکھنے والا تمہارے درمیان لکھے، جو مسلمان ہو، اعلانیہ فاسد نہ ہو، جو لکھنے والے کام کا ماہر اور قابلِ اعتماد ہو"۔

جہاں تک آیت میں ﴿بَيْنَكُمْ﴾ **"تمہارے درمیان"** کا ذکر ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لکھنے والا دونوں فریقین کی رضامندی سے ہو، اور غیر جانبدار ہو۔ لکھنے والا خود فریقین میں سے نہ ہو، یا کسی ایک فریق سے طرفداری نہ ہو یا یہ کہ دوسرے فریق سے تعصب نہ رکھتا ہو۔ اس لئے لازم ہے کہ ﴿بَيْنَكُمْ﴾ "تمہارے درمیان" لکھنے والا مکمل طور پر غیر جانبدار ہو۔

جہاں تک آیت میں ﴿وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ﴾ **"لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے"** تو لکھنے والے کو تحریر کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے، اور یہاں انکار کا حکم ناپسندیدگی کے طور پر ہے کیونکہ انکار کی ممانعت کے ساتھ کوئی قرینہ جازم منسلک نہیں ہے، یعنی یہ ممنوع (غیر جازم) نہیں بلکہ ناپسندیدہ (مکروہ) ہے۔

جہاں تک آیت میں ﴿كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ﴾ "جیسے اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے"، اس کا مطلب ہے کہ کاتب کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے جس نے اسے لکھنا سکھایا۔ اس لئے کاتب کو چاہیے کہ وہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے دوسروں کی مدد کرے اور جب ضرورت ہو ان کے لئے لکھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاتب

ایک عادل مسلمان ہونا چاہیے جو اللہ کی اس نعمت کو پہچانتا ہو کہ اس نے اسے لکھنا سکھایا اور اسی لئے مدیون اور مودِیّن، دونوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں ایک عادل کاتب کا انتخاب کریں جو کہ ان کے درمیان لکھے۔

اور جہاں تک آیت میں اس کا تعلق ہے کہ ﴿فَلْيَكْتُبْ﴾ **"پس وہ لکھے"**، تو یہ تحریر کرنے کا حکم ایک سفارش کے طور پر ہے، جیسا کہ ﴿وَلْيَكْتُبْ﴾ "اور وہ لکھے" میں آیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے کاتب کو لکھنا سکھایا جب وہ لکھنا نہ جانتا تھا، تاکہ وہ دوسروں کی مدد کرے جب ضرورت پیش آئے۔

جہاں تک آیت میں اس کا تعلق ہے کہ ﴿وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ﴾ "اور وہ شخص املا کروائے جس پر قرض ہے، اور وہ اللہ سے ڈرے"، تو یہ بھی مندوب ہے کیونکہ تحریر کرنا درست دستاویزی عمل کو یقینی بنانے کا ذریعہ ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ ﴿وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ﴾ **"اور وہ شخص املا کروائے جس پر قرض ہے، اور وہ اللہ سے ڈرے"**، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور پرہیز گاری کی یاد دہانی اس سفارش کو تقویت دیتی ہے تاکہ کاتب اپنی تحریر میں دیانتداری اور درستگی برتے۔ جیسا کہ ارشاد ہے، ﴿وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا﴾ **"اور وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے، اور کچھ بھی اس میں سے نہ گھٹائے"**۔

جہاں تک آیت میں اس کا تعلق ہے کہ ﴿وَلْيُمْلِلِ﴾ "اور وہ املا کروائے"، تو یہاں مراد تحریر کے لئے مدیون کی طرف سے کاتب کو اس قرض کو لکھنے کا بیان کرنا ہے، یعنی مدیون ہی اپنی ذمہ داری کو کاتب کو بیان کرے۔ کیونکہ مدیون کا قرض کا اعتراف مودِیّن کے دعوے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے، اس لئے مدیون ہی کاتب کو قرض کی تفصیلات بتاتا ہے۔

اور آیت میں ﴿وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ﴾ **"اور وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے"** تو اس کا مطلب ہے کہ یہ کاتب کو اللہ تعالیٰ کا خوف کرنے اور دیانتداری سے لکھنے کی نصیحت ہے۔

اور آیت میں ذکر ہے کہ ﴿وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا﴾ **"اور کچھ بھی اس میں سے نہ گھٹائے"**، کاتب کو حق کی کوئی بات چھپانی نہیں چاہیے، اور لفظ ﴿شَيْئًا﴾ **"کچھ بھی"** کا ذکر ہے، اور اس کا مسترد کیا جانا واجب الادا حق کے کسی بھی حصے میں ناقص لکھائی کی عدم موجودگی کی دلیل کی وجہ سے ہے، خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

اور آیت میں ذکر ہے کہ ﴿فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا﴾ **"پھر اگر وہ جس پر حق (قرض) ہے، وہ بے عقل ہے"**، یہ بات مقروض کے لکھوانے کے عمل کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر مدیون (قرضدار) ﴿سَفِيهًا﴾ **"نااہل"** ہے۔ مدیون ہی وہ شخص ہوتا ہے جو قرض کی تفصیلات لکھنے والے کو فراہم کرتا ہے، تاکہ دستاویز میں مکمل وضاحت اور

شفافیت یقینی بنائی جاسکے۔ اگر مدین ہی ان پڑھ ہو یا علم و فہم سے محروم ہو، تو اس کے الفاظ اُس وقت تک درست طور پر تحریر میں نہیں آسکتے جب تک اُسے مناسب رہنمائی فراہم نہ کی جائے۔ یہ آیت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ معاملہ قرض کا ہے اور فریقین، بالخصوص مقروض، موجود ہے؛ لیکن وہ کسی مجبوری یا کمزوری کی وجہ سے قرض کی بات خود بیان کرنے سے قاصر ہے۔ لغوی الفاظ میں، کہا گیا ہے، 'سافهه'" وہ اس کے لئے بے ادب تھا"، اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اس کی بے عزتی کی۔ ضرب المثل میں، اس کے معانی، "ایک ایسا کم عقل شخص جو اپنے فاصلے کا بھی اندازہ نہ لگا سکتا ہو"۔ للہٰذا، اس سے مراد وہ شخص ہے جو کم عقل یا ذہنی طور پر معذور ہو۔ اگر مدیون نادان ہو تو اس کا لکھوانا بے ترتیب، مبہم یا گمراہ کن ہو سکتا ہے، اور وہ قرض کی تفصیلات میں کمی بیشی کر سکتا ہے یا بعض اوقات مدیون ذہنی طور پر واضح ہدایات دینے سے قاصر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے تحریر کے معانی ہی بگڑ جائیں۔

اور آیت میں ذکر ہے کہ ﴿أَوْ لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ﴾ **"یا وہ لکھوانے کی قدرت نہیں رکھتا"**، یعنی وہ اپنی زبان یا گویائی میں عذر کے باعث واضح انداز میں نہیں بول سکتا، جیسا کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اور ہمارے نزدیک یہ تشریح سب سے راجح اور قابل اعتماد ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیت ظاہر کرتی ہے:

الف۔ جو افراد تحریر نہیں کر سکتے وہ قرض کے معاملے میں شرکت کرنے سے محروم نہیں ہوتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ آیت **﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُمْ بِدَيْنٍ﴾ "اے ایمان والو! جب تم قرض کا لین دین کرو"** کے ساتھ شروع ہوتی ہے، جو شریعت میں ان معاملات کی جوازیت کو ظاہر کرتی ہے۔ آیت میں **مذکور ﴿سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ﴾ "بے عقل، یا کمزور یا وہ لکھانے کی قدرت نہیں رکھتا"**، کی جن صورتوں کا ذکر ہے، انہیں مجنون یا نابالغ افراد کے معاملات پر محمول کرنا مناسب نہیں کیونکہ ایسے افراد کے معاہدے شرعاً نافذ ہی نہیں ہوتے۔

ب- اسی طرح ان اقسام کو غیر حاضر افراد پر محمول کرنا بھی کمزور تاویل ہے، کیونکہ آیت کا سیاق مقروض کی موجودگی کی طرف اشارہ کرتا ہے، اگرچہ وہ خود قرض کی تفصیل لکھوانے کے قابل نہ ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **﴿وَلْيُمْلِلْ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ﴾ "اور وہ شخص املا کروائے جس پر قرض ہے،**

**اور وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے، اور کچھ بھی اس میں سے نہ گھٹائے۔ اگر وہ شخص جس پر قرض ہے بے عقل ہو یا کمزور ہو یا وہ خود لکھوانہ سکتا ہو، تو اس کا ولی عدل کے ساتھ املا کروائے"۔**

ج- یہ درست نہیں کہ ان تینوں اقسام، یا ان میں سے دو کو، ایک ہی مفہوم پر محمول کیا جائے، کیونکہ آیت میں تین الگ الگ اور ممتاز اقسام کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ آیت اس امر کو واضح کرتی ہے کہ قرض کی یہ اقسام ایک دوسرے سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ**﴾ **"بے عقل ہو یا کمزور ہو یا وہ خود لکھوانہ سکتا ہو"**۔ یہ لکھوانے کے عمل کی طرف اشارہ ہے۔ اگر قرض دہندہ کا ولی یا سرپرست قرض کی تفصیل بیان کر رہا ہو تو اسے پوری ایمانداری اور درستگی سے بیان کرنا چاہیے تاکہ حقیقت میں کوئی تبدیلی نہ ہو، کیونکہ وہ قرض دہندہ کی نمائندگی کر رہا ہوتا ہے۔

د- تفسیر کی بنیاد، لغت کے قواعد و معانی پر ہونی چاہیے۔

اسی بنیاد پر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو وضاحت میں نے پہلے پیش کی، وہی زیادہ درست اور مضبوط ہے۔

ان تینوں اقسام کے افراد کو خود لکھوانے سے روک دیا گیا ہے، اور ان کی جگہ کوئی دوسرا شخص قرض کی تفصیلات لکھوائے گا۔ آیت کے الفاظ کسی فرد کو خارج کرنے کا عندیہ نہیں دیتے، بلکہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اگر یہ افراد کسی مالی معاملے میں شرکت کی صلاحیت رکھتے ہوں، تو اُن کے ساتھ لین دین جائز ہے۔

ایسے میں ضروری ہے کہ ولی (نگران) ان کی طرف سے سچائی کے ساتھ قرض لکھوائے۔ اُسے نہ کوئی کمی کرنی چاہیے اور نہ زیادتی، بلکہ جو حقیقت ہے، اُسے ٹھیک اسی طرح بیان کرے، کیونکہ وہ مقروض کی جگہ کھڑا ہے۔

اور آیت میں یہ ذکر ہے کہ ﴿**فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ**﴾ **"تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوائے"**؛ ﴿**وَلِيُّهُ**﴾ "اس کا ولی"، یہ ضمیر مدیون کی طرف اشارہ کر رہی ہے، یعنی قرض لینے والے کی طرف۔ اس کا مطلب ہے کہ مدیون کا ولی یا سرپرست (جو اس کا ذمہ دار ہے)، وہ تحریر کروائے گا۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ولی، خاص طور پر قانونی سرپرست جیسے والد، بھائی یا مقرر کردہ کوئی اور، قرض کی تفصیل ایمانداری اور انصاف کے ساتھ بیان کرے، اور حق سے کسی قسم کا انحراف نہ کرے۔

اور جہاں تک آیت میں ذکر ہے کہ ﴿بِالْعَدْلِ﴾ "عدل کے ساتھ" یہاں ضمیر لکھوانے کے عمل کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور خصوصاً اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ مقروض کی طرف سے اُس کا شرعی ولی جو عموماً باپ، بیٹا، بھائی یا شریعہ کی طرف سے مقرر کردہ سرپرست ہوتا ہے، تو وہ لکھوانے کا فریضہ انجام دے۔ چونکہ ولی مقرر ہو چکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ولی کو چاہیے کہ وہ کاتب کے سامنے دیانت داری اور انصاف کے ساتھ قرض کی تفصیلات لکھوائے، اور یہ جملہ تاکید کرتا ہے کہ ولی عدل سے کام لے اور تحریر میں انصاف کرے۔

اور جہاں تک آیت میں ذکر ہے ﴿**وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى**﴾ "اور اپنے میں سے دو گواہوں کو گواہ بنالو۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں، اُن میں سے جو تم گواہوں کے طور پر پسند کرو، تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے"۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں، دو فریقین کے پاس تحریری معاہدے پر دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانا چاہیے، تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا سکے۔

گواہان کے بارے میں شرط ہے کہ وہ عادل ہوں، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، ﴿**مِنْ رِجَالِكُمْ**﴾ "تم میں سے دو مرد" یعنی وہ تمہارے میں سے ہوں اور گواہ وہ لوگ ہوں جو اپنے حلقہ میں اعتماد کے لائق سمجھے جاتے ہوں۔ اور یہ کہ ﴿**مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ**﴾: **"اُن میں سے جو تم گواہوں کے طور پر قبول کرو"**۔ چونکہ خطاب اپنے آغاز سے ہی مؤمنین کو مخاطب ہے تو اس کا مطلب ہے کہ گواہان کو ان میں سے ہونا چاہئے جنہیں مؤمنین قبول کرتے ہوں اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گواہ مسلمان ہوں جو واضح طور پر اسلامی اصولوں کی پابندی کرتے ہوں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گواہ ایسے افراد ہوں جو مؤمنین کی نظر میں قابلِ قبول ہوں، یعنی وہ لوگ جنہیں معاشرہ بھروسے کے قابل سمجھتا ہو۔ ان کا رویہ اس بات کی دلیل دے کہ وہ قابلِ اعتماد اور عادل ہیں، اور ان میں اخلاقی بے راہ روی کے آثار نہیں ہونے چاہئیں تاکہ ان کی گواہی کو قبولیت حاصل ہو۔

اور جہاں تک یہ ذکر ہے کہ ﴿**فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ**﴾ "ایک مرد اور دو عورتیں" تو اس میں مرد فاعلی (رفع) طور پر معطوف کی حالت میں ہے۔ ﴿**فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ**﴾ **"اور دو عورتیں"** معطوف الیہ ہیں، اور خبر محذوف ہے، یعنی اس کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ اگر دو مرد گواہ دستیاب نہ ہوں تو ایک مرد اور دو خواتین گواہ کے طور پر کافی ہوں گی۔ یہ جملہ یہ نشاندہی بھی

کرتا ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قابل قبول ہے، خواہ وہاں مرد موجود ہوں یا نہ ہوں۔ یعنی کہ اگر مدعی دو مرد نہ پیش کر سکے تو اسے ایک مرد اور دو عورتیں پیش کرنے کی اجازت ہے۔ اگر وہ ان دونوں حالتوں میں سے کوئی بھی ایک پیش کرتا ہے تو اس کی اجازت ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک مرد اور دو خواتین کی شہادت صرف اس وقت قابل قبول ہے جب مرد موجود نہ ہوں۔ یہ اس لئے ہے کہ اگر اس کا مطلب ایسا ہوتا، تو جملے کے الفاظ یوں ہوتے، "اگر کوئی دو مرد نہ مل سکیں، پھر ایک مرد اور دو عورتیں" اور "مل سکیں" اس انداز میں مکمل ہوگا کہ اگر کوئی مرد نہ مل سکتے ہوں۔ تو پھر یوں کہا جاتا، "اگر کوئی دو مرد نہ مل سکیں"، یعنی اگر وہ کوئی دو مرد گواہ نہ لا سکے، تو صرف ایسی حالت میں وہ ایک مرد گواہ اور دو خواتین کو گواہ کے طور پر لا سکتا ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر دو مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو خواتین کی شہادت کافی ہوگی۔

اور جہاں تک ﴿أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى﴾ **"اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے"**، تو یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک عورت قرض کی تفصیلات کا کوئی حصہ بھول جائے تو دوسری اُسے یاد دلائے گی۔

اور یہ ذکر کہ ﴿أَنْ تَضِلَّ﴾ **"اور اگر وہ بھول جائے"**، تو یہ نسب کی حالت میں ہے، جس میں فعل کے آخر میں زبر دی گئی ہے جو سبب کی نشانی ہے۔

عبارت میں الفاظ، "ان میں سے کوئی ایک" کا دہرایا جانا، یہ کہنے کی بجائے کہ "ان میں سے ایک کو بھول جائے اور دوسری کو یاد رکھنا چاہئے"، اس خیال کے تحت احتیاط پر زور دینا ہے کہ بھول جانا ان میں سے ایک کے لئے خاص ہے اور یاددہانی دوسری کے لئے خاص ہے۔ اس کے بجائے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جو بھول جائے اسے دوسری یاد دلا دے اور وہ ان میں سے کوئی بھی ہو سکتی ہے۔

اور جہاں تک یہ مذکور ہے کہ ﴿أَنْ تَضِلَّ﴾ **"اور اگر وہ بھول جائے"**، یہ تو لغوی طور پر یہ عبارت گواہی کے بھولنے یا جزوی طور پر یادداشت کے زوال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جب کوئی شخص گواہی کا ایک حصہ بھول جائے اور دوسرا حصہ یاد رکھے، تو وہ الجھن اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور انہی دو میں ہی کھو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی پوری گواہی ہی بھول جائے تو اسے "گمشدہ" یا "ضائع شدہ" کے معنوں میں نہیں لیا جاتا۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مالی معاملات میں عورتوں کی گواہی کو قبول فرمایا ہے، اور اس کو ایک خاص تناسب کے ساتھ بیان کیا ہے، دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن کی آیت میں اشارہ موجود ہے، ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى﴾ **"پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں، اُن میں سے جو تم گواہوں کے طور پر پسند کرو، تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے"**، یہ اس امکان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مالی معاملات میں عورتوں کے بھولنے کا امکان مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہو سکتا ہے، کیونکہ عورتیں عمومی طور پر ایسے معاملات میں کم حصہ لیتی ہیں۔ چونکہ عورتوں کی شرکت مالی معاملات میں مردوں کے مقابلے میں نسبتاً کم ہوتی ہے، اس لئے ان کی گواہی کی درستگی کو یقینی بنانے کے لئے دو عورتوں کی ضرورت رکھی گئی ہے، تاکہ اگر ایک بھول جائے یا کسی مخصوص لین دین میں موجود نہ ہو، تو دوسری اسے یاد دلائے۔ اس صورت میں، دونوں عورتوں کی مشترکہ گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار پاتی ہے، کیونکہ مرد عام طور پر مالی معاملات میں زیادہ فعال ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ مالیاتی حقائق کے گواہوں کے طور پر مردوں اور عورتوں کی موجودگی کی حقیقت میں فرق ہے، کیونکہ گواہی واقعہ کی صریح اور واضح موجودگی پر مبنی ہونی چاہئے۔

یہ اصول اُن معاملات میں خاص طور پر لاگو ہوتا ہے جن میں عورتیں عموماً زیادہ موجود ہوتی ہیں جیسے ولادت، رضاعت (دودھ پلانا)، اور اسی طرح کے دیگر امور۔ ان معاملات میں فقط ایک عورت کی یا ایک سے زیادہ عورتوں کی گواہی قابلِ قبول سمجھی جاتی ہے اور اس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اور جہاں تک یہ مذکور ہے کہ ﴿وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا﴾ **"اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں"**۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب گواہوں کو قرض کے بارے میں گواہی دینے کے لئے بلایا جائے، تو اُنہیں لبیک کہنا چاہیے اور انکار نہیں کرنا چاہیے۔ گواہی سے انکار کرنے کی ممانعت دراصل ناپسندیدگی (مکروہ) کے طور پر آئی ہے، کیونکہ ایسی کوئی قطعی دلیل موجود نہیں جو اسے جازم (حتمی) طور پر حرام قرار دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گواہی سے انکار کرنا شرعاً سختی سے ممنوع نہیں، لیکن ناپسندیدہ ضرور ہے۔

یہاں اس شخص کے لئے ناپسندیدگی ظاہر کی گئی ہے کہ جسے قرض پر شہادت دینے کے لئے بلایا جائے اور وہ اس معاملہ میں حاظر ہونے سے انکار کر دے۔

اور جہاں تک یہ مذکور ہے کہ ﴿وَلاَ تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ﴾ **"قرض چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی مدت مقرر تک اسے لکھنے میں سستی نہ کرو"**۔ یعنی کسی مقررہ مدت کے قرض کے لئے تحریر کرنے میں سستی نہ کریں، اس بات سے قطع نظر کہ قرض کی مقدار کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ جملہ قرض کو تحریر کرنے کی ترغیب ہے۔

اور یہ ذکر کہ ﴿ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ "یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف پر مبنی ہے"، تو یہ عدل اور انصاف کے ساتھ تحریر کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

اور یہ ذکر کہ ﴿وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ﴾ **"اور گواہی کو درست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے"** یعنی یہ تحریر کرنے کی مزید تائید ہے۔

اور یہ ذکر کہ ﴿وَأَدْنَى أَلاَّ تَرْتَابُوا﴾ **"اور اس سے شک وشبہ پیدا نہیں ہو گا"** جو کہ شک اور مفروضہ کر لینے سے بعید ہے۔

اور یہ ذکر کہ ﴿ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلاَّ تَرْتَابُوا﴾ **"یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف پر مبنی ہے اور گواہی کو درست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اس سے شک وشبہ پیدا نہیں ہو گا"**، تو یہ پوری بات اس سیاق میں ہے جو ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔

اور یہ ذکر کہ ﴿إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلاَّ تَكْتُبُوهَا﴾ **"ہاں اگر معاملہ فوری تجارتی لین دین کا ہو جسے تم آپس میں دست بدست کرتے ہو، تو اس کو نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں"**، تو یہ ایک متواتر استثنیٰ کے معنوں میں ہے 'اگر یہ تمہارے درمیان فوری دست بدست تجارت ہے کہ جس میں کوئی قرض نہیں تو اس کے نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں یعنی یہ آپ کے لئے جائز ہے کہ آپ اسے لکھیں یا نہ لکھیں'۔

اور یہ ذکر کہ ﴿وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾ **"مگر جب بھی تم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو"**، تو اس سے مراد موجود تجارت ہے اور یہاں یہ معاملہ جائز ہے کیونکہ یہ سیاق سے مبرا ہے اور عبادت میں اللہ کے قرب حاصل کرنے کا عمل نہیں ہے۔ اس لئے موجود تجارت کے معاملے میں گواہی جائز ہے۔

اور جہاں تک یہ ذکر ہے کہ ﴿وَلاَ يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلاَ شَهِيدٌ﴾ **"اور نہ تو کاتب کو کوئی ضرر دیا جائے اور نہ گواہ کو"**، تو اس کا مطلب ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے، چاہے انہیں لکھنے پر مجبور کر کے یا تحریر لکھنے کے لئے دباؤ ڈال کر یا غلط گواہی دے کر، یا انہیں ایسے طریقے سے گواہی دینے کے لئے بوجھ ڈال کر جو ان کے لئے مشکل ہو، چاہے وہ

اخراجات کے لحاظ سے ہو یا مشکلات کے لحاظ سے۔ بلکہ اس کے بجائے ان سے مہربانی سے پیش آنا چاہئے اور معاملہ ان کے لئے آسان ہو۔

یہاں پر کاتب اور گواہ کو ضرر پہنچانا اس ممانعت (تحریم) پر مبنی ہے، جیسا کہ سیاق میں ہے کہ ﴿**وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ**﴾ **"اور اگر تم ایسا کروگے تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہے"**۔ یہ ایک قابل فہم وضاحت ہے جو ضرر دینے کی حتمی ممانعت (نہی جازم) کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی ایسا کرنا حرام ہے۔

اور جہاں تک یہ ذکر ہے کہ ﴿**وَاتَّقُوا اللَّهَ**﴾ **"اور اللہ سے ڈرو"** تو یہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی یاد دہانی ہے، جو لکھنے اور گواہی دینے میں ایمانداری اور احتیاط کی ضرورت پر زور دیتی ہے، کیونکہ یہ عمل حق کی خاطر کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے اپنے آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غضب اور عذاب سے بچاؤ اور اس سے ڈرو، وہ بلند و برتر ذات ہے۔

اور جہاں تک یہ ذکر ہے کہ ﴿**وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ**﴾ **"اور اللہ ہی ہے جو تمہیں لکھنا سکھاتا ہے"**، اس کا مطلب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے جو تمہیں اپنی شریعت کے احکام سکھاتا ہے، لہٰذا ان کی پابندی کرو۔

اور جہاں تک یہ ذکر ہے کہ ﴿**وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ**﴾ **"اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے"**، تو اس میں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہے کہ وہ ہر چیز سے خبردار ہے اور کوئی چیز اس کی نظر سے اوجھل نہیں رہتی۔ تمام حقائق اور واقعات اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزا دے گا جو حق اور انصاف کے ساتھ عمل کرتے ہیں، کیونکہ وہ ہر معاملے کی حقیقت سے مکمل آگاہ ہے۔

یہ نہیں کہا گیا کہ لفظ عظمت والا ﴿**اللَّهُ**﴾ **"اللہ"** اور بار بار یہ دہرایا گیا ہے کہ ﴿**وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ**﴾ **"اور تم اللہ سے ڈرو، اور اللہ ہی تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے"**۔ یہ محض یونہی نہیں دہرائے گئے بلکہ ہر ذکر کردہ لفظ کا ایک الگ مطلب ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور اس کی شان و بزرگی کو بلند کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہی ہے جو ڈرنے کے لائق ہے اور وہی ہے جس پر تمام علم کی بنیاد ہے۔ تمام تر علم کا دارومدار صرف اس پر ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کر دیا ہے، اس سے اللہ نے اشیاء اور ان کے اندر خصوصیات اور عناصر دیئے اور انسان کو فطری اور عقلی صلاحیتیں دیں جن سے وہ سیکھ سکتے ہیں جو وہ نہیں جانتے تھے۔ وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کو علم عطا کرتا ہے۔

آیت کے آخر میں، اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے پاس وہ ابدی علم ہے جو ہر شے کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اس سے آسمان وزمین کا کوئی ایک ذرہ برابر بھی نہیں چھپ سکتا۔

آخری بات: اس آیت میں ﴿**اللَّهُ**﴾ اللہ کے نام اور صفات کا بار بار ذکر یونہی یا بے معنی نہیں بلکہ اس کی عظمت اور ہر چیز پر اس ذات جل جلالہ کے خاص علم کی تاکید کے لئے ہے، چاہے وہ زمین و آسمان کی چھوٹی سے چھوٹی بات ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک ہے جو زمین و آسمانوں کا خالق ہے اور ہر شے اس کی حکمت اور اذن الٰہی کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہے۔

فہرست

# سوڈان کی جنگ: استعماریت، خیانت اور فریب کی کہانی

شعبہ خواتین مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

سوڈان کے عملاً حکمران، جنرل عبد الفتاح البرہان کی قیادت میں سوڈانی مسلح افواج (SAF) اور محمد حمدان دگالو (Hemedti) کی سربراہی میں پیراملٹری ریپڈ سپورٹ فورس (RSF)، جو پہلے خودمختاری کونسل میں البرہان کا نائب تھا، کے درمیان سوڈان میں وحشیانہ تنازعہ اب تیسری سال میں داخل ہو گیا ہے جس میں ہزاروں لاکھوں شہری مارے جا چکے ہیں۔ کچھ اندازوں کے مطابق اس فضول اور بے کار جنگ میں مرنے والوں کی تعداد 150,000 تک پہنچ گئی ہے، جس میں دونوں طرف سے گھناؤنے مظالم کیے گئے، جن میں سنگدلی سے قتل و غارت، تشدد، اجتماعی عصمت دری اور خواتین اور لڑکیوں کے خلاف دیگر جنسی جرائم شامل ہیں۔ نسلی تطہیر کی بھی اطلاع ملی ہے، جس میں پورے کے پورے علاقوں کو آگ لگا دی گئی اور تباہ کر دیا گیا، اور مختلف قصبوں، دیہاتوں اور نقل مکانی کے کیمپوں میں بڑے پیمانے پر ہلاکتیں ہوئیں۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے سربراہ وولکر ترک (Volker Turk) نے کہا کہ "سوڈان میں پھیلنے والی ہولناکی کی کوئی حد نہیں ہے۔" اس تنازعہ نے عالمی سطح پر سب سے بڑے انسانی بحران کو بھی جنم دیا ہے، جس میں چودہ ملین سے زیادہ لوگ بے گھر ہوئے ہیں، جس سے دنیا میں نقل مکانی کے سب سے بڑے بحران نے جنم لیا ہے۔ مزید بر آں، 50 ملین کی نصف آبادی کو بھوک کا سامنا ہے، ورلڈ فوڈ پروگرام نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ زمزم کیمپ سمیت 10 مقامات پر قحط ہے، جس میں چار لاکھ (400,000) بے گھر افراد ہیں، اور خبردار کیا ہے کہ یہ مزید پھیل سکتا ہے، لاکھوں لوگوں کو بھوک کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، اور "دنیا کا سب سے بڑا بھوک کا بحران" شروع ہو سکتا ہے۔ دونوں فریقوں نے بھوک کو جنگ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے اور دوسرے کے زیر قبضہ علاقوں میں خوراک کا داخلہ روک دیا ہے۔ یونیسیف کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر، کیتھرین رسل (Catherine Russell) نے سوڈان میں انسانی تباہی کو اس طرح بیان کیا، "صرف ایک بحران نہیں، یہ ایک کثیر بحران ہے جو صحت اور غذائیت سے لے کر پانی، تعلیم اور تحفظ تک ہر شعبے کو متاثر کر رہا ہے۔"

تاہم، اس تنازعے کے نتیجے میں ہونے والی خونریزی اور انسانی تباہی کو عالمی سطح پر وہ توجہ اور بین الاقوامی میڈیا کوریج نہیں ملی جس کا وہ حقدار تھا، اور نہ ہی خونریزی کے خاتمے کے لیے سنجیدہ کوششیں کی گئیں۔ یہ ایک ایسی جنگ ہے جسے دنیا کے دوسرے حصوں میں چلنے والے تنازعات کی وجہ سے ایک طرف کر دیا گیا ہے، یا فراموش کر دیا گیا ہے یا یہاں تک کہ

نظر انداز کر دیا گیا ہے - اور اسے "ایک ناقابل دید اور پوشیدہ بحران" کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس میں خواتین کے شعبہ نے سوڈان کے لوگوں کی بگڑتی ہوئی صورتحال، خوفناک انسانی تباہی، مصائب، دہشت اور بے عزتی کو بین الاقوامی سطح پر اجاگر کرنے کے لیے ایک عالمی مہم شروع کی ہے۔ مہم، جس کا عنوان ہے: **"سوڈان کی جنگ: استعماریت، خیانت اور فریب کی کہانی"**۔ اس مہم کے تحت موجودہ تنازعے کے پیچھے موجود سیاست اور خفیہ مقاصد کے ساتھ ساتھ علاقائی اور بین الاقوامی ریاستوں کو بھی بے نقاب کیا جائے گا جو اپنے خود غرض سیاسی اور اقتصادی مفادات کے لیے جنگ کو بھڑکانے اور اس کی سرپرستی کرنے میں ملوث ہیں، اور چاہتے ہیں کہ سوڈان کے وسیع وسائل اور جغرافیائی اہمیت سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ مہم سوڈان کی تاریخ اور ان عوامل کی بھی وضاحت کرے گی، جن میں خطے میں استعماری مداخلتیں اور مغربی نافذ کردہ آمریتوں کی حکمرانی شامل ہے، جنھوں نے یہاں کے لوگوں کے درمیان قبائلی، نسلی اور مذہبی تقسیم کی بنیاد رکھی جس نے کئی دہائیوں سے ملک کو تباہ کرنے والی مختلف جنگوں کو جنم دیا، نیز ریاست کی معاشی ناکامی کا سبب بھی بنی۔

اور آخر میں، مہم اس بات پر روشنی ڈالے گی کہ کس طرح سوڈان کے سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل، نیز اس موجودہ تنازعے کو ایک جمہوری نظام کے ذریعے کبھی بھی حل نہیں کیا جا سکتا جو پوری دنیا میں لوگوں کی ضروریات کو مؤثر طریقے سے پورا کرنے میں ناکام ثابت ہوا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ غزہ، کشمیر، میانمار اور شام سمیت مختلف نسل کشیوں میں بھی ملوث ہے۔ بلکہ سوڈان اور باقی مسلم دنیا کو جن بے شمار مسائل کا سامنا ہے، وہ صرف ریاستِ خلافت کے قوانین، نظام اور اداروں کے تحت ہی حل ہو سکتے ہیں جس نے تاریخی طور پر ثابت کیا ہے کہ وہ خوشحالی، ترقی اور صحت کی دیکھ بھال اور تعلیم کے پہلے درجے کے نظام کے ساتھ ساتھ مختلف قبائل، نسلوں اور مذہبی لوگوں کے درمیان ہم آہنگی کو یقینی بناتا ہے اور ایک کامیاب ریاست کی تعمیر کرتا ہے۔

فہرست

# یہ یقیناً ایک بڑی رسوائی ہے کہ یہودیوں کے طیارے ان حکومتوں کی فضاؤں سے گزر کر ایران پر بمباری کریں، اور پھر بحفاظت واپس لوٹ آئیں، بغیر یہ کہ ان حکومتوں میں سے کوئی ایک بھی ان پر ایک گولی تک نہ چلائے!

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

جس وقت ٹرمپ اور امریکہ ایک نئے مشرقِ وسطیٰ کی تشکیل میں مصروف ہیں، جو خطے میں امریکی مفادات کا محافظ ہو، بالخصوص اسلامی دنیا میں موجود امریکہ کے سب سے اہم عسکری اڈے —یعنی یہودی وجود— کے تحفظ، استحکام اور توسیع کا ضامن ہو اور ساتھ ہی وہ اس منصوبے کے ذریعے یہودی وجود کو خطے میں سیاسی، اقتصادی اور فکری طور پر حاکم و مختار بنانے کے درپے ہیں، تو ایسے وقت میں ٹرمپ اور امریکہ کے ایجنٹوں نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے اور اپنے آقا کے مفادات کی خدمت کرنے کے لیے بڑھ چڑھ کر کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔

ابتداء خلیجی ممالک اور سوڈان کے "رویبضہ" حکمرانوں سے ہوئی، اور اب اس سازش میں پاکستان کے آرمی چیف جنرل عاصم منیر بھی شامل ہو گئے ہیں، جنہوں نے پاکستان کے ازلی دشمن بھارت پر پاکستان فضائیہ کے شاہینوں کی شاندار فتح کو رائیگاں جانے دیا، اور پھر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ —جو غزہ، لبنان اور ایران کا قصاب بھی کہلاتا ہے— کو امن کے نوبل انعام کے لیے نامزد کیا! بعد ازاں یہودی وجود کے سربراہ نے بھی اس "مہم" میں دلچسپی لیتے ہوئے ٹرمپ کو "نوبل انعام برائے جنگ" کے لیے نامزد کیا، نہ کہ امن کے لیے!

اور اب اس ناپاک منصوبے پر عملدرآمد کی راہ ہموار کرنے کا کردار پاکستان میں موجود سیاسی ایجنٹوں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ مسلم لیگ (ن) کے سربراہ کے مشیر، رانا ثناء اللہ نے بیان دیا کہ: "پاکستان کو ابراہیمی معاہدوں کے حوالے سے مسلم دنیا کے مؤقف کی پیروی کرنی چاہیے۔" جبکہ وزیر خارجہ اسحاق ڈار اور وزیر دفاع خواجہ آصف نے کہا: "پاکستان اس معاہدے میں شمولیت نہیں اختیار کرے گا کیونکہ اسرائیل کو تسلیم کرنا دو ریاستی حل کی ہماری دیرینہ حمایت سے متصادم ہے، اور اسے صرف اس صورت میں زیر غور لایا جا سکتا ہے جب وہ پاکستان کے قومی مفاد میں ہو۔" حالانکہ یہ بات عیاں ہے کہ ابراہیمی معاہدہ" — جسے امریکہ نے 2020ء میں وضع کیا — درحقیقت نارملائزیشن کے لیے ایک ذلت آمیز اور خیانت آمیز" راستہ ہے، جس کے ذریعے متحدہ عرب امارات، بحرین، عمان اور سوڈان جیسے ممالک نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات استوار کیے، تجارتی معاہدے کیے، اور ٹیکنالوجی میں تعاون شروع کیا۔ اس کے باوجود یہ حکمران، جو اس امت سے کٹ چکے ہیں، پاکستان کے اہلِ ایمان کے خالص توحید کے عقیدے کو یکسر نظر انداز کر رہے ہیں، اور حضرت ابراہیمؑ کی یہود و نصاریٰ سے مکمل براءت کو بھی پامال کر رہے ہیں — اس قرآنی حقیقت کے باوجود کہ: ﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا

**نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾ "ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی، بلکہ وہ ایک یکسو مسلمان تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔"(سورۃ آل عمران: آیت 67)**

یہ حکمران اس میں بغیر کسی تاخیر کے، جلد از جلد شامل ہونے کی تیاری کر رہے ہیں، اور دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ دوسرے اسلامی ممالک، جیسے برطانیہ کے پالے ہوئے اور امریکہ کے ایجنٹ آلِ سعود، اور ایرانی حکمران، اور ترکی کے منافقین جن کی قیادت سب سے بڑا منافق رجب طیب اردگان کر رہا ہے، کے ان معاہدوں میں شامل ہونے کے بعد، ہم بھی ان کے پیچھے چلیں گے! یوں یہ لوگ "امّعہ" (اندھے پیروکار) بننے کا اعلان کر رہے ہیں جس سے رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں منع فرمایا: **«لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً تَقُولُونَ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا، وَإِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا، وَلَكِنْ وَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ، إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوا، وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَا تَظْلِمُوا» "امّعہ نہ بنو کہ کہو اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی کریں گے، اور اگر لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے؛ بلکہ اپنے نفوس کو اس بات کا عادی بنالو کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو تم بھی بھلائی کرو، اور اگر وہ ظلم کریں تو تم ظلم نہ کرو۔"(ترمذی)**

یہ لوگ ایک بار پھر جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کر رہے ہیں، شکست کو فتح کے طور پر بیچ رہے ہیں، جس طرح وہ بھارتی جارحیت کے خلاف افواجِ پاکستان کی کامیابی کو فراموش کر کے، کشمیر سے دستبردار ہو چکے ہیں، بھارت کی جانب سے آبی معاہدے کی خلاف ورزی پر خاموشی اختیار کیے بیٹھے ہیں، اور اس پسپائی کو "فتح" کہہ کر پیش کیا تاکہ آرمی چیف کو "فیلڈ مارشل" کے عہدے پر ترقی دی جا سکے۔ اب یہ لوگ ویسی ہی چالاکی سے "دو ریاستی حل" جیسے دھوکے کو چمکا کر پیش کر رہے ہیں، گویا اس پر قائم رہنا کوئی باعزت مؤقف ہو، حالانکہ یہ منصوبہ یہودی وجود کو مقدس سرزمین فلسطین کی 80 فیصد سے زائد زمین پر قانونی حیثیت دینے کی بنیاد فراہم کرتا ہے، اور اسے عوام کے سامنے "فتح" بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح سب سے بڑے خائن، یاسر عرفات، نے کیا تھا جب اُس نے اوسلو کے غدارانہ معاہدے میں یہود کا مقدس سرزمین پر مجرمانہ قبضہ تسلیم کیا تھا اس شرط کے بدلے میں کہ یہود، باقی ماندہ 20 فیصد زمین پر فلسطینیوں کی ریاست کو قبول کریں گے!

**اے پاکستان کے مسلمانو! اور بالخصوص اے افواجِ پاکستان کے وہ غیور سپاہیو جنہوں نے دشمن پر فتح حاصل کی!**

تمہارے سیاسی حکمران اور عسکری قائدین نے اعلانیہ طور پر یہود و نصاریٰ سے دوستی کا اعلان کر دیا ہے، وہ آج ٹرمپ اور نیتن یاہو کی فوج کے سپاہی بن چکے ہیں۔ انہیں اس میں ذرہ برابر شرم محسوس نہیں ہوتی کہ وہ اپنے آقا کی خدمت میں کوئی بھی معاہدہ دستخط کر دیں — خواہ اس میں اسلام سے کھلا ارتداد ہی کیوں نہ ہو، اور وہ ان کے نئے مذہب "ابراہیمیت" کی پیروی ہی کیوں نہ کرتا ہو، اور خواہ اس کے نتیجے میں انہیں قبلہ اول اور تیسرے حرم — یعنی بیت المقدس — سے دستبردار ہی کیوں نہ ہونا پڑے! ان کی یہ تیاری در حقیقت امت کے دشمنوں سے وفاداری کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ وہ تمہاری زبان بولتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، مگر وہ انہی منافقین میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبردار کیا ہے اور سورۃ المنافقون میں فرمایا ہے: **﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ**

**خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴾ "اور جب تم انہیں دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات غور سے سنتے ہو۔ (حقیقت میں یہ لوگ) دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ وہ ہر بلند ہونے والی آواز کو اپنے خلاف ہی سمجھ لیتے ہیں۔ یہ لوگ دشمن ہیں لہٰذا ان سے محتاط رہو، اللہ انہیں تباہ کرے، یہ کہاں بھٹکے چلے جاتے ہیں؟" (سورۃ المنافقون: آیت 4)**

پس تم پر لازم ہے کہ تم ان کے ہاتھ روکو، انہیں اقتدار سے ہٹاؤ، اور ایک ایسے خلیفہ راشد کی بیعت کرو جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حکمرانی کرے، مسجد اقصیٰ اور مقامِ معراج کو آزاد کرائے، اور پورے برصغیر کو امت کے دائرے میں واپس لا کر اسے توحید کے پرچم تلے اکٹھا کرے اور جو دو ارب کی امت کو ایک جھنڈے تلے جمع کرے۔

فہرست

# ہندوستان کی انتہا پسند ہندو حکومت اپنے گندے کاموں کے لیے "نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی" کو استعمال کر رہی ہے، اور ایک بار پھر آئیڈیالوجی پر قائم سچی سیاسی جماعت، حزب التحریر، کی کردار کشی کر رہی ہے

مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

14 جون 2025 کو نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی (NIA) نے نام نہاد "حزب التحریر کیس" کے تحت ریاست مدھیہ پردیش کے شہر بھوپال میں تین مقامات اور راجستھان کے جالور شہر میں دو دیگر مقامات پر مربوط چھاپے مارے۔ ایجنسی کا دعویٰ تھا کہ اس کارروائی کا مقصد حزب التحریر کے خلاف مزید ثبوت اکٹھا کرنا تھا، اور اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس نے "ڈیجیٹل آلات اور جماعت کو مجرم ثابت کرنے والا مواد" برآمد کیا ہے — جو کہ غالباً محض کتابیں اور اسٹیشنری سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ اس کارروائی سے قبل جھارکھنڈ کی انسدادِ دہشت گردی یونٹ نے اسی کیس میں دو افراد کو گرفتار کیا تھا۔ حکومتِ ہند نے 10 اکتوبر 2024 کو ایک جابرانہ حکم جاری کرتے ہوئے حزب التحریر پر پابندی عائد کی، اس وجہ کو بنیاد بنا کر کہ یہ جماعت "عالمی خلافت" کے قیام کے لیے سرگرم ہے اور یہ دہشت گردی و انتہا پسندی کے زمرے میں آتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں، نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی حزب التحریر یا اس کے کارکنان پر دہشت گردی کے کسی بھی الزام کو ثابت کرنے میں ناکام رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام حکومتوں، بشمول موجودہ حکومت، نے مسلمانوں، قبائلیوں، اور معاشرے سے خارج شدہ طبقات کو منظم طریقے سے نسل پرستانہ پالیسیوں اور ظالمانہ قوانین کے ذریعے نشانہ بنایا ہے۔ ان حکومتوں نے بغاوت کے قانون، غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے قانون، قومی سلامتی قانون اور مسلح افواج کے خصوصی اختیارات جیسے قوانین کو مخالفین کو خاموش کرانے اور مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے استعمال کیا، جس سے خوف کا ماحول پیدا ہوا اور مسلمانوں کو دوسرے درجے کے شہری بنا دیا گیا۔ موجودہ حکومت نے اس ظلم کو کئی گنا بڑھا دیا ہے؛ آئینی حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے، اور مسلمانوں سے بے جا اور ذلت آمیز انداز میں وفاداری کا ثبوت مانگا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود بھارتی مسلمان اپنے عقیدے اور تاریخ سے طاقت لیتے ہوئے ثابت قدم ہیں اور قوم پرستانہ، تفرقہ انگیز بیانیے کے آگے جھکنے سے انکاری ہیں۔

حالیہ ایک تحقیق، جو "پیپلز یونین فار سول لبرٹیز" کی جانب سے کی گئی، نے غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے قانون کے اطلاق میں خطرناک رجحانات کو بے نقاب کیا ہے: 2015 سے 2020 کے درمیان 8371 گرفتاریاں ہوئیں، مگر صرف 235 سزا یافتہ قرار پائے — یعنی صرف 2.8٪۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 97.2٪ گرفتار شدگان بغیر کسی سزا کے برسوں قید رہے اور آخرکار ایک طویل اذیت اور ناانصافی جھیلنے کے بعد بری ہو گئے، حتیٰ کہ بھارت کے سابق چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے بھی خبردار کیا کہ دہشت گردی سے متعلق قوانین کو اختلاف رائے کو دبانے کے لیے استعمال نہ کیا جائے، مگر تمام حکومتیں مسلسل مسلمانوں کو نشانہ بنا رہی ہیں، جس سے خوف کی فضا پیدا ہو رہی ہے اور بغیر عدالتی فیصلے کے طویل حراست کے عمل کو فروغ مل رہا ہے۔

متعدد مقدمات اسی تسلسل کو ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان جابرانہ قوانین کے ذریعے مسلسل دھمکایا جاتا ہے، جن میں کئی سال بلکہ دہائیاں جیل میں گزارنے کے بعد عدالتیں انہیں بے گناہ قرار دیتی ہیں، جبکہ ان کی زندگیاں برباد ہو چکی ہوتی ہیں۔ اس کی ایک واضح مثال تامل ناڈو میں حزب التحریر کا کیس ہے، جہاں سنگین الزامات کے باوجود چارج شیٹ میں کوئی قابلِ اعتماد ثبوت شامل نہیں کیا گیا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح ریاست دہشت گردی کے قوانین کو اقلیتی برادریوں کو کچلنے، اظہار رائے کی آزادی کو سلب کرنے اور مسلمانوں میں خوف پھیلانے کے لیے استعمال کرتی ہے۔

ہندوستان میں انتہا پسند ہندو حکومت، جسے آر ایس ایس کی پشت پناہی حاصل ہے، مسلمانوں اور ان کی تنظیموں و افراد کو نشانہ بنانے پر حد سے زیادہ توجہ دے کر مسلسل عوامی رائے سے کھیل رہی ہے تاکہ وہ ملک کے معاملات کو سنبھالنے میں اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈال سکے۔ اس نے وقف ایکٹ میں ترمیم، تین طلاق کے جرم کی سزا جیسے ظالمانہ قوانین نافذ کیے، مگر ان سنگین بحرانوں کو نظرانداز کیا جو ملک کو درپیش ہیں: مثلاً

• 4 کروڑ 90 لاکھ زیر التواء عدالتی مقدمات

• شدید معاشی عدم مساوات: صرف 1٪ طبقہ 58٪ ملکی دولت کا مالک ہے، جبکہ فی کس قومی آمدنی صرف 2880 امریکی ڈالر ہے (دنیا میں 119 ویں نمبر پر)

• بیروزگاری کی شرح 7.6٪ ہے اور لاکھوں افراد غیر محفوظ حالات میں زندگی گزار رہے ہیں

• پسماندہ سرکاری صحت کے نظام کی بدولت ہلاکتیں ہوتی ہیں خاص طور پر بچوں کی ہلاکتیں، جس سے بدانتظامی اور کرپشن کا نتیجہ ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ، مانیپور، گجرات، اترپردیش، مدھیہ پردیش اور اتراکھنڈ جیسی ریاستوں میں پسماندہ برادریوں پر، گھروں کو منہدم کرنے، ماورائے عدالت قتل کرنے، اور جیلوں میں اذیت دینے کی صورت میں سرکاری و نسلی حملے جاری ہیں۔ یہ سب ظاہر کرتا ہے کہ موجودہ حکومت کی ترجیحات عوام کی حقیقی ضروریات کو پورا کرنے سے کوسوں دور ہیں اور یہ ایک خطرناک گمراہی کا راستہ اختیار کر چکی ہے۔ لہٰذا ہم ایک بار پھر دہراتے ہیں:

ہم امید کرتے ہیں کہ حکومتِ ہند اور نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی کچھ ہوش سے کام لیں گے، اپنے موقف پر نظر ثانی کریں گے، اور حزب التحریر سے متعلق اپنے رویے کو درست کریں۔

1. حزب التحریر ایک سیاسی جماعت ہے جس کی بنیاد اسلام ہے۔ یہ پچاس سے زائد ممالک میں سرگرمِ عمل ہے اور اس کا ریکارڈ پرامن جدوجہد پر مبنی ہے، جو خالصتاً اسلامی عقیدے کی اساس پر استوار ہے۔

2. کئی انسانی حقوق کے علمبردار اس جماعت کی تحسین کرتے ہیں کہ یہ فکری و سیاسی جدوجہد کا راستہ اپناتی ہے اور تشدد سے اجتناب کرتی ہے۔

3. یہ جماعت امتِ مسلمہ کے بیٹوں کے درمیان ہر جگہ کام کرتی ہے، خواہ نظام جمہوری ہو یا آمریت یا بادشاہت، اور کسی دہشت گردانہ کارروائی میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں۔

4. اس کا مرکزی پیغام مسلم ممالک میں خلافتِ راشدہ کے قیام کا ہے، اور اس جدوجہد میں وہ اپنی طاقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان سے اور پھر امت کے عزم و استقلال سے حاصل کرتی ہے۔ یہ جماعت ظلم و ستم کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی ہے۔ ہندوستان کے مشہور رہنما مہاتما گاندھی نے بھی 1919 سے 1922 کے درمیان اپنی تحریروں میں اس تصور کی حمایت کی تھی۔

5. حزب التحریر کا منہج سیرتِ نبوی ﷺ سے اخذ کردہ ہے، جو مکالمہ، فکری دعوت اور عقیدے کی وضاحت پر مبنی ہے۔

6. جماعت کا تمام لٹریچر انٹرنیٹ، چھپی ہوئی کتابوں، اور ایمیزون جیسے بڑے پلیٹ فارمز پر عام دستیاب ہے — جو اس کے کھلے فکری مکالمے کے عزم کا ثبوت ہے۔

7. گزشتہ دہائیوں کی طرح، اس سال بھی حزب التحریر نے دنیا بھر میں اپنی سالانہ خلافت کانفرنسز کا انعقاد کیا — جن میں سے ایک امریکہ میں اپریل 2025 میں منعقد ہوئی — بغیر کسی رکاوٹ یا گرفتاری کے۔ تو کیا نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی یہ سب دیکھنے سے قاصر ہے، حالانکہ دیگر تمام معاملات میں وہ امریکہ سے ہدایات لیتی ہے؟!

ہم دنیا کے باشعور لوگوں سے پوچھتے ہیں: آخر کون سا "دہشت گرد" گروہ اپنی کتابیں مشہور ویب سائٹس پر فروخت کرتا ہے، اور دہائیوں کے دورانیے پر مشتمل علانیہ کانفرنسیں منعقد کرتا ہے؟

حزب التحریر، جو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سیاسی جماعتوں میں سے ہے، ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ ثابت کر رہی ہے کہ وہ دبائی نہیں جاسکتی، اور نہ ہی وہ پیچھے ہٹے گی۔ بلکہ یہ خلافت کے قیام کے حوالے سے امت کی آرزوؤں اور تمناؤں کی ترجمان ہے۔

ہم پوری امتِ مسلمہ سے بالعموم، اور علمائے کرام سے بالخصوص مخاطب ہیں: حزب التحریر پوری سچائی اور اخلاص کے ساتھ عالمِ اسلام میں بیداری کی ایک مشعل کے طور پر کام کر رہی ہے، اور یہ جماعت 1953 میں شیخ تقی الدین النبہانی رحمہ اللہ — جو کہ ایک جلیل القدر قاضی، مفکر جامعۃ الازہر کے فاضل اور فلسطینی تھے — کی جانب سے، اپنے آغاز سے لے کر اب تک سیرتِ نبوی ﷺ کے اصولوں پر قائم ہے۔

آخر میں، ہم بھارت کے مسلمانوں کو ان کے عظیم اسلاف کی یاد دلاتے ہیں: شیخ سید احمد شہید، شیخ شاہ ولی اللہ دہلوی،

شیخ احمد سرہندی، اور شیخ الہند محمود حسن دیوبندی رحمہم اللہ، کہ کیسے انہوں نے امتِ مسلمہ کی عزت و سربلندی کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں، اور اسی راستے پر چلتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔

پس اے مسلمانو! اٹھو اور دوسری خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے کام کرو، اور اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں، مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر رہنے والا نہیں، چاہے کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔" (سورۃ التوبۃ، آیت 32)

فہرست

# طالبان تحریک اور خلافت کے قیام کا موقع

یوسف ارسلان—افغانستان

دنیاوی زندگی خسارے سے بھرے ہوئے ایک حوض کی مانند ہے، جس سے صرف وہی لوگ نجات پاسکیں گے جو مواقع کو پہچاننے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا ہنر جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے قیامت کے دن کو "پچھتاوے کا دن" کہا گیا ہے، کیونکہ بہت سے لوگ دنیاوی نقصان میں ہی غرق ہو کر رہ گئے اور زندگی میں دیے گئے قیمتی مواقع سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ انہوں نے ان سنہری لمحوں کو ضائع کر دیا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امت کی نشاۃ ثانیہ اور عظمت کے لئے عطا فرمائے تھے۔ اس کے برعکس، جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے، وہ آخرت میں بلند مقام سے سرفراز ہوں گے، کیونکہ ان کی سب سے نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ بروقت مواقع سے فائدہ اٹھاتے تھے اور انہیں ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔

مواقع ایسے گزرتے ہوئے بادلوں کی مانند ہوتے ہیں جو پلک جھپکتے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، یا جیسے ایک سُبک رفتار ہرن، جسے پکڑنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ مومن کو ایک چوکنا شکاری کی مانند ہونا چاہئے، جو مسلسل مواقع کی تلاش میں رہے اور انہیں بروقت پہچان کر فائدہ اٹھائے۔ اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں وقتاً فوقتاً قیمتی مواقع عطا کرتے ہیں تاکہ ہم اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکیں، روحانی درجے بلند کریں، یا اللہ کی نصرۃ اور ہدایت کے مستحق بن جائیں۔ کتنی خوبصورت ہے یہ بات: "تمہارے رب کی طرف سے تمہاری زندگیوں میں کچھ خاص جھونکے (مواقع) آتے ہیں، پس تم ان کے لئے خود کو پیش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک جھونکا تم تک پہنچ جائے اور اس کے بعد تم ہمیشہ کے لئے محرومی سے بچ جاؤ"۔

ہم ایک ایسی امت ہیں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانیت کے لئے بہترین امت قرار دیا ہے، تاکہ ہم انسانوں کی رہنمائی اسلام کے احکام کے مطابق کریں اور انہیں حق کی طرف لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت بخشی ہے، بشرطیکہ ہم اس پر عمل پیرا ہوں اور ایک خلیفہ کے ہاتھ پر اپنی بیعت کو پورا کریں، تاکہ اس عالمگیر رسالت کے پیغام کو مکمل طور پر نافذ کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس عظیم موقع سے نوازا ہے کہ ہم اس دنیا میں اس امتِ مصطفیٰ ﷺ کا حصہ بنیں، اس عظیم مشن کی ذمہ داری اٹھائیں اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

لیکن آج ہم ایک ایسے دور میں زندگی گزار رہے ہیں جب اسلامی امت ایک خلیفہ کے بغیر ہے، انتشار اور ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ 1924ء میں خلافتِ عثمانیہ کے انہدام کے بعد سے اب تک امت کو کئی ایسے مواقع میسر آئے کہ وہ خلافت کو دوبارہ قائم کرے۔ گزشتہ سو سالوں میں، کئی سیاسی اور عسکری تحریکیں جو اسلام سے وابستگی کا دعویٰ کرتی تھیں، اقتدار میں آئیں۔ لیکن اقتدار ملتے ہی وہ دوسرے حکمرانوں کی طرح اسلام کے نفاذ سے ہٹ گئے۔ انہوں نے مفاد، مصلحت، حقیقت یا استطاعت جیسے بہانوں کے پیچھے چھپ کر رسالت کے پیغام سے روگردانی کی، اور سیکولر عالمی نظام کے سامنے جھک گئے۔ نتیجتاً، یا تو وہ اقتدار سے محروم ہوگئے، یا ان کے دلوں میں اسلام کی چنگاری بجھ گئی۔

یہ جماعتیں جب بھی اقتدار تک پہنچیں، انہوں نے ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھا، اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قیمتی مواقع کو آسانی سے گنوا دیا۔

اس دوران گزشتہ صدی میں افغانوں کے لئے اپنے ایمان کی سربلندی اور خلافت کے قیام کے لئے کام کرنے کے خاص مواقع میسر آئے۔ ذیل میں ہم مختصراً افغانستان کی جدید تاریخ کے تین اہم مواقع کا جائزہ پیش کرتے ہیں، جن کے ذریعے افغان قوم کے لئے خلافت کے قیام کی سمت میں عملی اقدام کرنا ممکن تھا، لیکن وہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

اگرچہ افغانستان صدیوں تک باضابطہ طور پر خلافتِ اسلامیہ کے زیرِ حکومت نہیں رہا، تاہم اس سرزمین اور خلافت کے درمیان ہمیشہ ایک مثبت تعلق موجود رہا ہے۔ جس دور میں خلافتِ عثمانیہ، جسے "یورپ کا مردِ بیمار" (Sick Man of Europe) کہا جانے لگا تھا، مختلف بحرانوں سے دوچار تھی، اُس وقت افغانستان برطانوی سامراج کے اثر و رسوخ میں تھا۔ اس مشکل وقت میں، سلطان عبد الحمیدؒ ثانی نے بڑی بصیرت اور محنت سے خلافت کو اس نازک صورتحال سے بچانے کی کوشش کی، مگر بالآخر وہ تنہا رہ گئے۔ انہوں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک عام جہاد کی دعوت دی، تاکہ خلافت کے مرکز کو باقی رکھا جا سکے۔

اُس وقت کے حالات میں افغانستان نے سیاسی اور جغرافیائی بہانوں کا سہارا لیتے ہوئے کوئی عملی اقدام کرنے سے گریز کیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آج کے افغان حکمران بھی وہی پرانے جواز دہرا رہے ہیں۔ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ برِصغیر بھی اُس وقت برطانوی تسلط میں تھا اور جغرافیائی طور پر خلافت کی سرزمین سے افغانستان کے مقابلے میں کہیں زیادہ دور تھا، مگر وہاں کے مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے رہے۔ انہوں نے تحریکِ خلافت کے نام سے ایک عظیم تحریک کا آغاز کیا، اور خلافتِ عثمانیہ کی حمایت میں مالی اور انفرادی طور پر قابلِ ذکر اقدامات کئے۔

جب پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی، تو خلافتِ عثمانیہ نے اپنی بقا کے لئے جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور جرمنی کا ساتھ دیا۔ 1915ء میں خلافتِ عثمانیہ اور جرمنی کا ایک مشترکہ وفد کابل پہنچا تاکہ امیر حبیب اللہ خان کو برطانیہ اور سلطنتِ روس کے خلاف جہاد کے اعلان پر آمادہ کیا جا سکے۔ تاہم، امیر حبیب اللہ خان نے کسی عملی قدم سے گریز کیا، کیونکہ وہ برطانوی اثر و رسوخ اور دباؤ میں تھا۔ اگرچہ اُس نے بھی آج کے حکمرانوں کی طرح جغرافیائی محلِ وقوع اور جنگ کے قابل نہ ہونے جیسے عذر پیش کیے، لیکن اس کے اس فیصلے کے پیچھے اصل وجہ برطانیہ کی خوشنودی حاصل کرنا تھی۔ درحقیقت، برطانیہ نے اسے غیر جانبدار رہنے کی صورت میں 6 کروڑ روپے مالی امداد دینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے، یہ وعدہ بھی کبھی پورا نہ ہوا۔

اُس وقت ہندوستان کے مسلمان افغانوں سے بڑی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے، چنانچہ ان میں سے کئی گروہ افغانستان ہجرت کر گئے، اس اُمید کے ساتھ کہ افغان ان کی مدد کریں گے اور برطانیہ کے خلاف جہاد کا اعلان کریں گے۔ دوسری طرف، افغان عوام کی ایک بڑی تعداد، امیر حبیب اللہ خان کے سرکاری مؤقف کے برعکس، خلافتِ عثمانیہ اور برصغیر کے مسلمانوں کی حمایت کے حق میں تھی۔ وہ برطانیہ کی پہلی عالمی جنگ میں مداخلت کو ایک سنہری موقع سمجھتے تھے، جس کے ذریعے آزادی کی طرف پیش قدمی کی جا سکتی تھی۔

لیکن حبیب اللہ خان نے عوام کے اندر موجود اسلامی جذبات کو دبانے اور کسی بھی ممکنہ بغاوت کو روکنے کے لئے درباری علماء کا سہارا لیا، تاکہ وہ اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے لوگوں کو پرسکون رکھیں۔ چنانچہ ان علماء نے 'اطاعتِ امیر' کے عنوان سے ایک پیغام تیار کیا، جسے مساجد اور فوجی بیرکوں میں تقسیم کیا گیا، تاکہ لوگوں کو امیر کی پالیسیوں پر عمل کرنے اور اس کی حمایت پر آمادہ کیا جائے۔

اسی دوران، برصغیر ہند سے عبید اللہ سندھی کی قیادت میں ایک وفد کابل پہنچا، جو وہاں اس امید کے ساتھ مقیم ہوا کہ جہاد اور اسلامی اتحاد کی شمع دوبارہ روشن کی جا سکے۔ جب امان اللہ خان نے اقتدار سنبھالا اور افغانستان کی آزادی کی جنگ کا آغاز کیا، تو ان ہندوستانی مہاجرین نے اس جدوجہد میں فعال کردار ادا کیا اور آزادی کی تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔

برطانیہ کی شکست اور افغانستان کی آزادی کے بعد، دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی امید جاگ اُٹھی۔ اُس وقت خلافتِ عثمانیہ اور افغانستان کے سوا کوئی اسلامی سرزمین آزاد نہیں بچی تھی۔ چونکہ افغانستان نے اُس برطانیہ کو شکست دی تھی

جو بیشتر مسلم ممالک پر قابض تھی اور خلافتِ عثمانیہ کے زوال میں بھی اس کا بڑا ہاتھ تھا، اس لیے مسلمانوں کی نظریں افغانستان پر جم گئیں اور اُن کی اُمیدیں اس ملک سے وابستہ ہونے لگیں کہ یہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کا ایک اہم نکتہ بن سکتا ہے۔

یہ افغانوں کے لئے خلافت قائم کرنے کا پہلا تاریخی موقع تھا۔ بر صغیر کے مسلمانوں کو امید تھی کہ افغان جہاد جاری رہے گا، اور مسلمان فوج مقبوضہ ہند کی طرف پیش قدمی کرے گی۔ انہوں نے امان اللہ خان سے یہاں تک درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کی قیادت سنبھالیں اور امتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اور اس کے اتحاد کی ذمہ داری اٹھائیں۔

لیکن ان مسلم مہاجرین کو ایک بار پھر شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ وہ اس حقیقت سے ناواقف تھے کہ امان اللہ خان نے "آئینی" طرزِ تعلیم حاصل کی تھی اور وہ مصطفیٰ کمال کی پالیسیوں کو اپنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کے باوجود، امان اللہ خان عوامی مطالبات کو مکمل طور پر مسترد کرنے سے ہچکچا رہا تھا، خاص طور پر جب افغانستان کے اندر خلافت کے اعلان کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا۔

1924ء میں باغمان (Baghman) میں منعقدہ لویہ جرگہ کے اجلاس میں خلافت کے خاتمے اور نئے ترکی کے ساتھ افغانستان کے تعلقات کا معاملہ اہم موضوعات میں شامل تھا۔ علماء اور امان اللہ خان نے خلافت کے موضوع پر ایک مکمل دن بحث میں صرف کیا، مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ یہ بحث دوسرے دن بھی جاری رہی۔ ان دو دنوں کے دوران، علماء نے خلافت کے خاتمے کو ایک نہایت دردناک واقعہ قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ خلیفہ کا تقرر شرعی فریضہ ہے۔ بلکہ بعض علماء نے امان اللہ خان سے یہاں تک مطالبہ کیا کہ وہ خود کو مسلمانوں کا خلیفہ قرار دے دیں۔

ملا ترکستانی نے خلافت کی اہمیت پر ایک مفصل بیان میں کہا: "ہر مکتب اور مرتبے کے اسلامی علماء شاہی خاندان کو خلافت کے لائق اور اس کے مستحق سمجھتے ہیں، اور آپ کو اس بلند منصب کو قبول کرنا چاہیے"۔ تاہم، امان اللہ خان اپنی ذہنیت اور نظریاتی رجحان کے مطابق ایک قوم پرست ریاست قائم کرنا چاہتا تھا، اور وہ برطانیہ سمیت بڑی عالمی طاقتوں، سے تعلقات قائم کرنے کا خواہاں تھا، حالانکہ وہ اسی کے خلاف جنگ لڑ چکا تھا۔

امان اللہ خان نے یہ مطالبہ سفارتی انداز میں رد کر دیا، اور اور اس کے لیے غیر حقیقت پسندی، عدمِ استطاعت، اور حتیٰ کہ خلافت کو بے فائدہ قرار دینے جیسے بہانے پیش کیے۔ ملا ترکستانی کے جواب میں امان اللہ خان نے کہا: "آپ کی اور دوسروں کی باتوں پر غور کرنے کے بعد، میں اس بھاری بوجھ کو اٹھانے سے قاصر ہوں، کیونکہ اس راستے میں مجھے نہ ختم ہونے والی رکاوٹیں

نظر آتی ہیں، اور میں عالمِ اسلام کی تقسیم کا ذمہ دار نہیں بننا چاہتا۔ جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، ہمیں پہلے خلافت کے وجود یا عدم وجود کے فوائد و نقصانات پر غور کرنا چاہیے؛ اور اس کے بعد، اس کا حتمی فیصلہ صرف علمائے اسلام کی ذمہ داری ہے"۔

اب تک جو بھی اسلام پسند حکمران اقتدار میں آئے ہیں، جو خود کو فکری اور سیاسی طور پر مصطفیٰ کمال، رضا شاہ، امان اللہ خان، شریف حسین اور دیگر سیکولر اور قوم پرست رہنماؤں سے مختلف سمجھتے ہیں، درحقیقت ان سے کوئی خاص فرق ثابت نہیں کر پائے ہیں۔ بلکہ انہوں نے بھی بڑی حد تک اسی طرح کی پالیسیاں اپنائی ہیں۔

امان اللہ خان کی سیکولر، قوم پرستانہ، موقع پرستانہ، اور معیشت پر مبنی پالیسیوں نے اُس وقت کے مسلمانوں کو جس طرح مایوس کیا تھا، آج موجودہ ان حکمرانوں کا ویسا ہی طرزِ عمل مسلمانوں کو مایوس کر رہا ہے جو خود کو "اسلامی" کہلوانے پر مُصر ہیں۔

برصغیر سے افغانستان ہجرت کرنے والے وفد کی امیدیں بتدریج دم توڑنے لگیں، اور بالآخر وہ افغانستان چھوڑ کر دیگر علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ مایوسی خاص طور پر اُس وقت شدید ہو گئی جب امان اللہ خان نے برطانیہ کے ساتھ کابل اور راولپنڈی میں امن معاہدے پر دستخط کر دیئے، جن میں اس نے وعدہ کیا کہ افغانستان، برطانیہ کے لیے کسی قسم کا خطرہ نہیں بنے گا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے برطانیہ کے ساتھ سیاسی و اقتصادی تعلقات قائم کرنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا، جس نے ہندوستان اور دیگر مسلم ممالک کے مسلمانوں کو مزید مایوس کر دیا۔

یوں یہ موقع ضائع ہو گیا۔ لیکن جب سوویت یونین نے افغانستان پر قبضہ کیا، تو افغان عوام نے بے مثال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور عوام کی قربانیوں سے فتح حاصل ہوئی، اور مجاہدین کو ایک طاقتور ریاست ملی جو جدید عسکری ساز و سامان سے لیس تھی۔ ایک بار پھر، دنیا بھر کے مسلمانوں کی نظریں اُمید کے ساتھ افغانستان کی جانب اُٹھنے لگیں۔

مجاہدین، جو مختلف اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے مہاجرین تھے اور جنہوں نے افغانوں کے شانہ بشانہ جہاد کیا تھا، اس امید میں تھے کہ ایک دن افغانستان سیاسی طاقت اور خلافت کا مرکز بنے گا، تا کہ اسلامی ممالک کو ظالم حکمرانوں کے چنگل سے نجات دلائی جا سکے۔

اسلامی جماعتوں کے وفود افغانستان پہنچے تا کہ اس تاریخی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خلافت قائم کی جا سکے۔ عرب اور عجم کی جہادی جماعتیں اس امید سے لبریز تھیں، خصوصاً اس لئے کہ افغان مجاہدین میں ایسے افراد موجود تھے جو یہ ایمان رکھتے تھے کہ خلافت ہی واحد اسلامی نظام ہے۔

مجاہدین کا ایمان تھا کہ: ”خلافت وہ روشن چراغ ہے جس کے گرد امت پروانوں کی طرح جمع ہوتی ہے“۔

لیکن افسوس کہ افغان مجاہدین ایک قومی ریاست کے قیام کی طرف مائل ہو گئے، اور اقتدار کی آزمائش و فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ اندرونی اختلافات اور اقتدار کے لئے باہمی کشمکش نے انہیں اصل راہ سے بھٹکا دیا، اور بالآخر وہ اپنے ہی ہاتھوں تباہ ہو گئے۔

نتیجتاً، نہ صرف مہاجر مسلمان اور افغان مجاہدین مایوسی کا شکار ہوئے، بلکہ ان میں سے بہت سے اپنے اپنے وطن واپس لوٹ گئے، جبکہ کچھ دیگر علاقوں کی جانب ہجرت کر گئے۔

یہ دوسرا موقع تھا جب افغانوں نے ایک اور سلطنت کے زوال کے بعد، خلافت کے قیام کے لئے ایک عظیم تاریخی موقع گنوا دیا۔

اور اب، یہ تیسری بار ہے کہ ہمیں، یعنی اس نسل کو، ایک نئی امید ملی ہے کہ نیٹو (NATO) کی شکست اور خلافتِ راشدہ ثانیہ کے قیام کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک اور موقع ملا ہے، جو افغانستان اور خطے میں اُبھر کر سامنے آیا ہے۔ امریکہ اور نیٹو (NATO) کی اس سرزمین پر شکست نے ایک بار پھر مسلمانوں کو نئی امید بخشی ہے کہ شاید اب افغانستان اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا لے، اور ماضی کی غلطیاں نہ دہرائے۔

حیرت انگیز طور پر، قدرت کی طرف سے عطا کردہ یہ موقع ایک غیر معمولی عالمی صورتِ حال میں سامنے آیا ہے کہ ایک طرف نیٹو (NATO) کو افغانستان میں شکست ہوئی، اور دوسری طرف مغرب یوکرین کی جنگ اور چین کو محدود کرنے کی پالیسی میں بُری طرح الجھ چکا ہے۔

یہ صورتِ حال مسلمانوں کے لئے ایک غیر معمولی موقع ہے، خصوصاً افغانستان کے مسلمانوں کے لئے، کہ وہ موجودہ حالات سے فائدہ اٹھائیں اور خلافتِ راشدہ کے قیام کی طرف ایک تاریخی قدم بڑھائیں، جبکہ ان کے دشمن اپنی باہمی کشمکش میں الجھے ہوئے ہیں۔

آج غزہ پر ہونے والے مظالم نے امت مسلمہ کے زخموں کو مزید گہرا کر دیا ہے، اور مسلم دنیا کے ہر گوشے سے افغان مجاہدین کو آوازیں دی جا رہی ہیں کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں اور بہنوں کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ ایسے میں ایک فیصلہ کن سوال جنم لیتا ہے کہ ”کیا افغانستان کے موجودہ حکمران اس تاریخی موقع سے فائدہ اٹھا سکیں گے؟ یا پھر وہ بھی اپنے پیشرو حکمرانوں کی طرح ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور تاریخ میں حسرت و افسوس کے ساتھ یاد کیے جائیں گے؟“

تاریخ اسباق سے بھری ایک کتاب ہے۔ امان اللہ خان، جس نے قدرت کے عطا کردہ اس موقع کو ضائع کیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے کے بجائے برطانیہ کے ساتھ اپنے معاہدے کو ترجیح دی، کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ حبیب اللہ کلکانی جیسا ایک گمنام شخص اس کی حکومت کو تہس نہس کر سکتا ہے۔

کیا افغان مجاہدین کا انجام ہمارے سامنے واضح نہیں ہے؟ جنھوں نے سوویت یونین کے خلاف جہاد کیا، لیکن پھر قومی ریاست کے دھوکے میں آکر دنیاوی محبتوں میں غرق ہو کر رہ گئے۔

تو اب کیا افغانستان، شام اور دیگر مسلم ممالک میں اسلام کے نام پر برسر اقتدار آنے والے حکمران، اپنے پیشروؤں کے انجام کو دیکھتے ہوئے بھی، اسلام دشمنوں جیسی دلیلیں دے کر اپنی غیر اسلامی پالیسیوں کو جواز فراہم کرتے رہیں گے؟

اور اب اس تیسرے تاریخی موقع پر حزب التحریر واضح طور پر افغانستان کے حکمرانوں کو دوسری خلافتِ راشدہ قائم کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔ تاہم، دیکھنا یہ ہے کہ اس پر ان کا جواب کیا ہو گا؟

کیا ہم ایک بار پھر اللہ کی طرف سے دیئے گئے مواقع سے فرار ہوتا دیکھیں گے؟ یا اس بار تاریخ اور فرض کی پکار کا حقیقی جواب سامنے آئے گا؟

موقع کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان، خاص طور پر وہ مجاہد مہاجرین جنھوں نے افغانوں کے شانہ بشانہ جہاد کیا، ہمیشہ اس دن کے منتظر رہے ہیں جب اللہ کے دین کو سربلندی حاصل ہو گی، مظلوموں کو فتح نصیب ہو گی، اور خلافت قائم ہو گی، جو امت کے منقسم کردہ حصوں کو جوڑ کر اس کی کھوئی ہوئی عظمت کو بحال کرے گی۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ دروازہ ابھی تک کھلا ہے! آج کے مجاہدین کے لئے یہ موقع موجود ہے کہ وہ حزب التحریر کو نصرۃ (مادی مدد) دے کر دورِ حاضر کے انصار بن جائیں۔ لیکن یاد رکھیں! یہ دروازہ ہمیشہ کھلا نہیں رہے گا۔ جس کسی کے لئے بھی خیر کا دروازہ کھولا جائے، اُسے چاہیے کہ فوراً اٹھ کھڑا ہو اور اس موقع سے فائدہ اٹھائے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کب یہ دَر بند ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے، تو وہ قیامت کے دن پچھتانے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔

اسی لئے ہم اس امت اور اس کے قائدین کو غفلت برتنے اور ان عظیم مواقع کے ضیاع سے خبردار کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ**﴾ **"اور (اے پیغمبر) آپ انہیں حسرت (و ندامت) کے دن سے ڈرایئے جب (ہر) بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا، مگر وہ غفلت (کی حالت) میں پڑے ہیں اور ایمان لاتے ہی نہیں"** (سورۃ مریم؛39:19)

تو موقع ہمارے سامنے ہے، لیکن ہمیں سمجھنا چاہیے کہ یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا نہیں رہے گا۔ جو آج کوتاہی کرے گا، وہ کل حسرت سے پچھتائے گا۔

فہرست

# ہجرت—ایک عظیم سیاسی واقعہ، جو پہلی اسلامی ریاست کے عروج کا پیش خیمہ بنا

خلیفۃ محمد

اقوام کی زندگی میں واقعات کی اہمیت ان کے ظہور اور راہ پر اثرات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی زندگی میں ہجرت سب سے عظیم واقعہ تھا۔ ہجرت کی بدولت پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی، جو تیرہ سو سال سے زائد عرصے تک قائم رہی۔ اس عرصہ کے دوران مسلمان دنیا کے سرکردہ رہنما تھے اور پوری انسانیت کے لئے مشعلِ ہدایت اور عدل کے علمبردار بنے۔

فکرِ مستنیر کا تقاضا ہے کہ واقعۂ ہجرت کو اس کے گرد و پیش کے سیاق و سباق، یعنی وقت اور مقام، دونوں کے حوالے سے دیکھا جائے۔ ہجرت سے قبل رسول اللہ ﷺ نے کچھ ایسے اقدامات کیے جو ہجرت کا سبب بنے، اور ہجرت کے بعد بھی کئی اہم اعمال انجام دیئے گئے جو اس کا نتیجہ تھے۔ لہٰذا ہجرت کو اس سے پہلے یا بعد کے واقعات سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی اصول مقام کے لحاظ سے بھی لاگو ہوتا ہے یعنی ہجرت سے قبل مکہ میں، اور دورانِ ہجرت، اور اس کے بعد مدینہ میں۔

فکرِ مستنیر سے اس واقعے کو دیکھنا ہم پر واضح کرتا ہے کہ ہجرت کو اس کے اسباب، نتائج، اور حالات و واقعات سے جدا کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہی درست اور گہری بصیرت والا نکتہ ہے کہ ہجرت کو ایک عظیم واقعے کے طور پر دیکھا جائے جو بہت سی کوششوں کا ثمر اور عظیم نتائج کا پیش خیمہ تھا۔

بد قسمتی سے، بعض خطیب اور معلم حضرات مساجد میں یا سیٹلائٹ چینلز پر، واقعۂ ہجرت کو اس انداز سے پیش نہیں کرتے کہ جو اس کی اصل اہمیت کو اجاگر کرے۔ اکثر وہ اس موضوع پر سطحی بات کرتے ہیں، یا پھر کبھی وہ ایک روشن فکر کے نکتۂ نظر کے بغیر ہجرت کے واقعات اور جزئیات میں اتنا گہرائی سے چلے جاتے ہیں کہ اصل مقصد نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ہجرت کی اہمیت اور نوعیت کا حق ادا نہیں کر پاتے، اور نہ ہی مسلمانوں کے ذہنوں میں اس کی حقیقی تصویر پیش کر پاتے ہیں۔ یوں واقعۂ ہجرت کی سالانہ یاد محض ایک معمول کی تاریخ بن کر گزر جاتی ہے، چہ جائیکہ لوگ اس سے کوئی سبق حاصل کریں، یا دوسری اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد پر آمادہ ہوں۔

ہجرت ایک عظیم سیاسی واقعہ ہے، جسے ایک بصیرت افروز نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ جب ہم فکرِ مستنیر کے ساتھ (گہرے اور ہمہ گیر انداز میں) اس واقعے کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ہجرت نے ایک باکمال امت کو جنم دیا، جس نے ایک ایسی

ریاست اور معاشرہ قائم کیا جو ایک آئیڈیالوجی پر مبنی تھا، ایک عقلی عقیدہ جس سے ایک نظام پھوٹتا ہے، اور وہ ہے دینِ اسلام بطور ایک آئیڈیالوجی۔ اور اسی کے ذریعے، ہجرت نے تاریخ کے محور اور دھارے کو ہی پلٹ کر رکھ دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی ہدایت سے اسلام کے نظریے پر تیار ہونے والی امت مسلمہ، تاریخ کا تاج بن گئی اور وہ امت صدیوں تک خود اپنی تاریخ رقم کرنے والی امت بن گئی۔

وہ تمام مخصوص اعمال جو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے دوران انجام دیے، اور وہ معجزات جو آپ کے ساتھ پیش آئے اور ان سب نے مل کر "واقعۂ ہجرت" کو تشکیل دیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سب کو قرآنِ کریم میں نہایت واضح الفاظ میں اپنی طرف سے مدد و نصرۃ قرار دیا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿**إِلاَّ تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُواْ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ**﴾ **"اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو اللہ اُن کی مدد فرما چکا ہے، جب کافروں نے انہیں (ان کے وطن سے) نکال دیا تھا۔ جبکہ یہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے"**۔ [سورۃ التوبہ؛ 9:40]

یہ اللہ تعالیٰ کے اُس وعدے کی تصدیق ہے جس میں اُن لوگوں کی مدد کا یقین دلایا گیا ہے جو اُس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ "اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا"۔ [سورۃ محمد؛ 47:7]

اور یہ اس بات کی بھی تصدیق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اُس کی مدد کرتا ہے جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ "جو کوئی اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک وہ زبردست قوی (اور) غالب آنے والا ہے"۔ [سورۃ الحج؛ 22:40]

اس سے ہمیں اس حقیقت کی طرف رہنمائی ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ تمام اعمال جو آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل مکہ میں انجام دیئے، دراصل اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرۃ والے اعمال تھے۔ یہ وہ اعمال تھے جن کے ذریعے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اولین عظیم صحابہؓ اللہ کی مدد کے مستحق بنے۔ اللہ کی یہ مدد ہجرت کی صورت میں ظاہر ہوئی، اور مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اُس کا پیغام لوگوں تک پہنچایا، اس پر ثابت قدم رہے، اسی لئے آپ ﷺ اللہ کی نُصرۃ کے حقدار ٹھہرے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ نے بھی حق پر ثابت قدمی دکھائی، لہٰذا وہ بھی اللہ کی مدد کے مستحق بنے۔

ایک ذی شعور مشاہدہ کرنے والا اگر اللہ تعالیٰ کی نصرۃ حاصل کرنے کے لئے کی گئی کوششوں کا موازنہ خود نصرۃ (یعنی فتح) کی عظمت و وسعت سے کرے، تو وہ جان لے گا کہ ان دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ یعنی، وہ تمام کوششیں جو انجام دی گئیں، خواہ وہ کتنی ہی اہمیت کی حامل کیوں نہ ہوں، وہ اس حاصل شدہ فتح کے مقابلے میں تھوڑی نظر آتی ہیں۔

یہ حقیقت نہ صرف پچھلے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں علیہم السلام کی زندگیوں پر صادق آتی ہے، بلکہ ہمارے آقا محمد ﷺ، آپؐ کے عظیم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قیامت تک ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی زندگیوں پر بھی لاگو ہوتی ہے۔

یہ نتیجہ اس ایمانی حقیقت کی تصدیق کرتا ہے کہ حقیقی مدد و نصرۃ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے فتح دیتا ہے، اور وہی زبردست، بہت مہربان ہے۔

یہ نتیجہ اور یہ حقیقت، دونوں آج کے مسلمانوں کو آمادہ کرتی ہیں کہ وہ دوسری اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کریں۔ ایسا کرنے میں، ان کا پیش کردہ عمل اس نتیجہ کے مقابلے میں کم ہے، یعنی زمین پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم دوبارہ نافذ کرنے کی جدوجہد اور اس کے صلے میں ایک واضح اور فیصلہ کن فتح۔

یقیناً اللہ عزّ و جل نے اپنے ان مؤمن بندوں پر احسان فرمایا، جو گرچہ ایک زمانہ میں زمین پر تعداد میں قلیل اور کمزور تھے، اپنے کفار حاکموں کے ظلم و ستم سے ستائے گئے تھے، اور ڈرتے تھے کہ لوگ انہیں اچک نہ لیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر یہ انعام کیا کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نئی اسلامی ریاست میں انہیں پناہ دی، اپنی نُصرۃ سے ان کی مدد فرمائی، اور پاکیزہ چیزوں سے انہیں روزی عطا فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے، ﴿**وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ**﴾ **"اور یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے تھے، کمزور دبے ہوئے تھے، ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں، تو اللہ نے تمہیں پناہ دی، اپنی مدد سے تمہیں قوت دی، اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا"**۔ [سورۃ الانفال؛8:26]

یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سنت ہے، جو اُس نے اپنی مخلوق میں مقرر کی ہے، ایسی سنت جو نہ کبھی بدلتی ہے اور نہ ہی اس میں انحراف ہوتا ہے۔ یہی سنت گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ * وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي**

**الْأَرْضِ﴾ "اور ہم یہ چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں، اور انہیں پیشوا بنائیں اور انہیں وارث بنائیں، اور انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں"۔**[سورۃ القصص:28:5-6]

یہ سنت قیامت تک جاری رہے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین اور اس پر موجود تمام چیزوں کا وارث کر دے۔ اور یہی سنت آج ہم مسلمانوں پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ ہم مسلمان ساری دنیا میں مظلوم ہیں، ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں اور استعماری کافرانہ طاقتوں کے زیرِ کنٹرول کمزور ریاستوں میں تقسیم ہیں۔

پھر بھی، ہماری طاقت کا اصل سرچشمہ، اللہ رب العزت ہمیشہ موجود ہے۔ ہمارا مددگار، پاک اور بزرگ و برتر ہے، وہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ اور اُس کی سنت ہمارے بارے میں بھی اسی طرح لاگو ہوتی ہے، جیسے وہ ہم سے پہلے لوگوں پر لاگو ہوتی تھی۔

آج ہم پوری صلاحیت رکھتے ہیں کہ اسلامی اُمت کے نئے احیاء کے لئے کام کریں۔ ہم اس قابل ہیں کہ دوسری اسلامی ریاست کے قیام کی ویسے ہی جدوجہد کریں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے پہلی اسلامی ریاست قائم کی تھی۔

اللہ کا وعدہ نصرۃ (فتح) کا آج بھی برقرار ہے۔ تو اے مسلمانو! تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟

یقیناً، ہجرت نے تاریخ کا رخ بدل دیا، اور دنیا کی ہیئت کو بھی اس رنگ میں رنگ دیا جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے چاہا تھا، **﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدون﴾ "ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کیا ہے اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے، اور ہم اسی کے عبادت گزار ہیں"۔**[سورۃ البقرۃ:2:138]

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ ناجائز یہودی وجود کا وزیرِ اعظم تکبر کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ بدل دے گا، اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ امریکی صدر بلند آواز میں کہہ رہا ہے کہ وہ ایسے معاہدے کرے گا جو مشرقِ وسطیٰ، یعنی اسلامی سرزمینوں کا نقشہ بدل ڈالیں گے۔ ان معاہدوں میں سب سے نمایاں، یہ نام نہاد ابراہام معاہدہ (Abraham Accords) ہے، جو ایک خود ساختہ "ابراہیمی مذہب" کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا ہے۔

اس سے ایک نہایت اہم اور فوری توجہ کا متقاضی سوال اُٹھتا ہے: اے مسلمانو! جو کچھ آپ دیکھ رہے ہو اور سن رہے ہو، اُس کے مقابلے میں آپ کہاں ہو؟

کیا آپ ہی اس سرزمین، اس کے وسائل، اور اس کے اہم جغرافیائی مقام کے جائز مالک نہیں ہیں؟

کیا آپ وہ لوگ نہیں ہیں جن کے نظریاتی احیاء ایک طویل اور شاندار تاریخ ہے، جس کے ذریعے آپ نے انسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف پہنچایا؟

کیا آپ وہ لوگ نہیں ہیں جنھوں نے ہجرت کی، جس کے ذریعے پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی، اور جس کے ذریعے آپ نے تاریخ اور دنیا کا رخ ہی بدل کر رکھ دیا؟

کیا آپ کے درمیان حزب التحریر موجود نہیں ہے جو ایک سچی اور قابلِ اعتماد رہنما جماعت ہے، جو اسلامی نظریے کی بنیاد پر احیاء کا عَلم اٹھائے ہوئے ہے؟

کیا آپ اپنی افواج اور اپنی طاقت کے ساتھ حزب التحریر کی نصرت کرنے کے قابل نہیں، تاکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اسی طرح فتح عطا فرمائے جیسے اُس نے اپنے رسول ﷺ اور اُن کے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہجرت اور پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے ذریعے فتح عطا فرمائی تھی؟

تو اے مسلمانو، اس عظیم بھلائی کی طرف آؤ! حزب التحریر کے ساتھ مل کر خلافت کے دوبارا قیام کے لئے کام کرو اور اس میں اس کی مدد کرو۔

فہرست

# غزہ میں ایک اور قتلِ عام—توامت کی غیرت کب جاگے گی؟!

بہاء الحسینی، ولایہ عراق

دنیا بھر سے یہودی وجود کی غزہ پر مسلط کردہ جنگ کے خاتمے کے لیے آوازیں بلند ہونے کے باوجود، یہودی فوج بدستور معصوم لوگوں کا خون بہارہی ہے۔ اس نے جنوبی غزہ کے علاقے خانیونس میں بے گھر مہاجرین کے کیمپوں میں تازہ ترین حملہ کرکے اپنے سیاہ ریکارڈ میں اضافہ کر لیا ہے۔

چار جولائی 2025 کو ہونے والا یہ وحشیانہ حملہ نہ پہلا ہے اور نہ آخری، کیونکہ بین الاقوامی نظام—اور خصوصاً امریکہ—خوب جانتا ہے کہ یہودی وجود نہ کسی معاہدے کی پابند ہے، نہ اسے کسی معاہدے کی پرواہے۔ اس کے باوجود، امریکہ—جو اس قابض وجود کا سب سے بڑا پشت پناہ ہے—اب بھی خود کو ایک "منصفانہ ثالث" ظاہر کرنے کی منافقانہ اداکاری کررہاہے۔ مگر درحقیقت وہ ایک سیاسی اداکار ہے جو ایک طرف مگرمچھ کے آنسو بہارہاہے، جبکہ دوسری طرف قابض وجود کو نسل کشی جاری رکھنے کے لیے ہتھیار اور انٹیلی جنس فراہم کررہاہے۔

اے مسلمانو! اے وہ لوگو جنہیں اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت پر یکجا کیا، کیا تم سمجھتے ہو کہ اس قتلِ عام پر تمہاری خاموشی تمہیں حساب سے بچالے گی؟ کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ ان معصوم بچوں کا خون، ان یتیموں کی چیخیں، اور ان ماؤں کے آنسو، تمہارے اعمال نامے میں نہیں لکھی جائیں گے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ۔۔۔﴾ "اور تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے؟..."** (سورۃ النسآء: آیت 75) اور فرماتے ہیں: **﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ "بیشک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں"** (سورۃ الحجرات: آیت 10)

کہاں ہیں وہ لشکر جن کا تمہیں فخر ہے؟ کہاں ہیں وہ طیارے اور میزائل جن پر عرب حکمران بڑا ناز کرتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ علما جو "حکمت" اور "نصیحت" کی باتیں کا شور ہمارے سروں میں ڈالتے رہے ہیں، لیکن جب حق بولنے اور ظالموں کے خلاف کھڑے ہونے کا وقت آیا، تو ہم نے انہیں صرف خائن حکمرانوں کی تائید میں ہی پایا؟! کہاں ہیں تاجر اور مالدار افراد؟ کیا انہوں نے اللہ کی راہ میں اس طرح خرچ کیا ہے جس طرح وہ مال اور اقتدار کی حفاظت پر خرچ کرتے ہیں؟

یقیناً، امت کا شرف آج بھی آزاد دلوں میں زندہ ہے، لیکن مکمل فتح تب ہی حاصل ہو گی جب پوری امت حرکت میں آئے گی ۔۔۔جب اس کی افواج مصر، ترکی، پاکستان اور دیگر مسلم ممالک سے اٹھ کھڑی ہوں گی؛ جب ان غداری اور مفاہمت کے تختوں کو گرا دیا جائے گا جنہوں نے فلسطین کو غلامی کے بازار میں بیچ دیا؛ جب دوسری خلافتِ راشدہ کو نبوت کے طریقے پر قائم کیا جائے گا۔۔۔وہ خلافت جو امت کو ایک اکائی میں متحد کرنے گی؛ جو اسلام کو دنیا تک دعوت و جہاد کے ذریعے پہنچائے گی؛ اور جو حملہ آور کو روکے گی اور ظالم کے ہاتھ کاٹ ڈالے گی۔

حل نہ تو کانفرنسوں میں ہے، نہ کسی نام نہاد "پرامن" اقدام یا سیاسی پہل میں ۔۔۔بلکہ واحد حل اسلام کے اقتدار کے قیام میں ہے۔ ہر وہ سیاسی کوشش جو امریکہ یا کسی مغربی طاقت کی وساطت سے ہو، درحقیقت ان جرائم کو جاری رکھنے کے لیے ایک پردہ ہے۔ امت کی ذلت، مسجدِ اقصیٰ پہ قبضہ، اور غزہ و فلسطین کے مظلوموں کا خون بہنا۔۔۔یہ سب کچھ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک امت بصیرت کے ساتھ نہ اٹھے؛ ایک ایسی مخلص اور باشعور قیادت کے زیرِ سایہ، جو صرف ربانی منصوبے کو اختیار کرے ۔۔۔ایسا منصوبہ جو نہ کفر سے مصالحت کرے، نہ آدھے حل قبول کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** **"پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہو گی"** (احمد)

اے امتِ اسلام! کیا اب بھی تمہاری بیداری کا وقت نہیں آیا؟ کیا اب بھی وہ دن نہیں آیا کہ معتصم اور صلاح الدین کی پکار پھر سے گونجے؟ کیا اب بھی اپنی سرزمین کو یہودیوں اور ایجنٹوں کے ناپاک وجود سے پاک کرنے کا وقت نہیں آیا؟ اللہ کی قسم! تم سے سوال کیا جائے گا؛ تاریخ تمہیں معاف نہیں کرے گی؛ اور اللہ تم سے ہر کوتاہی اور ہر بزدلی کا حساب لے گا۔

**﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ "اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔"** (سورۃ الشعراء: آیت 227)

فہرست

# پاکستان کو امریکی-بھارتی بالا دستی سے نکلنے کے لیے اپنی طاقت کو پہچاننا ہو گا

عبدالمجید بھٹی

جب سے امریکی صدر ٹرمپ کی ثالثی میں جنگ بندی عمل میں آئی ہے، پاکستان بھارت کے ساتھ مختلف سیکورٹی امور پر بامعنی مذاکرات شروع کرنے کا خواہاں رہا ہے۔ ان معاملات میں مسئلہ کشمیر کا مستقبل، لائن آف کنٹرول (LoC) پر کشیدگی کا خاتمہ، اور سب سے اہم بھارت کی جانب سے معطل کئے گئے سندھ طاس معاہدے (Indus Water Treaty) کی بحالی شامل ہے۔ یہ آبی معاہدہ تین اہم دریاؤں یعنی دریائے سندھ، چناب اور راوی کے ذریعے پاکستان کی ضرورت کا تقریباً 80 فیصد پانی مہیا کرتا ہے۔[1]

تاہم بھارت نے پاکستان کی جانب سے مذاکرات کی کوششوں کو بارہا مسترد کیا ہے۔ بھارتی وزیر داخلہ امیت شاہ نے ٹائمز آف انڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: "نہیں، [سندھ طاس معاہدہ] کبھی بحال نہیں کیا جائے گا۔ ہم ایک نہر تعمیر کر کے وہ پانی راجستھان لے جائیں گے جو پاکستان کو جا رہا تھا۔ پاکستان کو اُس پانی سے محروم کر دیں گے جس پر اس کا کوئی حق نہیں بنتا"[2] امیت شاہ کا یہ سخت اور دھمکی آمیز لہجہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ دونوں جوہری طاقتوں کے درمیان تعلقات ایک خطرناک موڑ اختیار کر چکے ہیں۔

گرچہ قلیل المدتی منظر نامے میں، بھارت اپنی ان دھمکیوں پر فوری طور پر عمل درآمد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے کہ وہ پاکستان کا پانی بند کر دے گا۔ فی الحال، بھارت کے پاس ایسا کوئی بنیادی ڈھانچہ ہی موجود نہیں ہے جس کے ذریعے وہ ان دریاؤں کے پانی کو مکمل طور پر روک سکے جو پاکستان کے زرعی نظام کو سیراب کرتے ہیں۔ بھارت کی جانب سے راجستھان کی طرف پانی کو موڑنے کے لئے جس نہر کی تعمیر کا ذکر کیا جا رہا ہے، اس کی تکمیل میں کئی سال لگ سکتے ہیں۔

تاہم اس کے باوجود، بھارت پاکستان کی زرعی پیداوار کو شدید نقصان پہنچا سکتا ہے اگر وہ تین دریاؤں (سندھ، چناب، راوی) سے پاکستان میں داخل ہونے والے پانی کے بہاؤ سے متعلق حساس معلومات فراہم کرنے سے انکار کر دے۔ ماضی میں بھارت یہ معلومات فراہم کرنے کا پابند رہا ہے، اور پاکستان ان معلومات کی مدد سے فصلوں کو ممکنہ تباہی سے بچانے کے لئے بروقت اقدامات کرتا رہا ہے۔

بھارت کی جانب سے مذاکرات کی بحالی میں مسلسل ہٹ دھرمی نہ صرف پاکستان کے ساتھ طے پانے والی جنگ بندی کی شرائط کے بارے میں پیچیدہ سوالات کھڑے کر رہی ہے، بلکہ اس سے پاکستان کی قومی سلامتی کونسل (NSC) کا یہ بیان بھی نمایاں ہوتا ہے جس میں بھارت کے سندھ طاس معاہدہ (WTI) معطل کرنے کو "جنگی اقدام" قرار دیا گیا تھا۔ قومی سلامتی کونسل (NSC) کے بیان میں واضح کیا گیا تھا کہ ایسے کسی بھی اقدام کا "پاکستان اپنی پوری طاقت کے ذریعے جواب دے گا"۔[3]

حالیہ دنوں میں مختصر جنگ کے دوران یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی تھی کہ پاکستان نے بھارت پر فضائی بالادستی حاصل کر لی تھی، اور نئی دہلی کو جنگ بندی کے لئے مجبور ہونا پڑا کیونکہ پاکستان نے بھارتی فضائیہ کو بھرپور انداز میں ناکارہ کر دیا تھا۔ اس فیصلہ کن برتری کے موقع پر پاکستان کے پاس بھارتی مقبوضہ کشمیر کو مکمل طور پر اپنے ساتھ ملانے یا سری نگر جیسے اہم علاقوں پر قبضہ کرنے کا سنہری موقع تھا۔ لیکن پاکستان نے دفاعی پوزیشن اختیار کرتے ہوئے اپنے عسکری مفادات کو نظر انداز کیا، اپنے مفید محاذ اور مورچوں سے پسپائی اختیار کی اور جنگ بندی کی شرائط مان لیں جو محض بھارت کے ساتھ مذاکرات کی بحالی تک محدود تھیں۔[4] لیکن وہ مذاکرات کبھی حقیقت نہ بن سکے، اور بھارت نے امریکی صدر ٹرمپ کی ثالثی کی کوششیں بھی مسترد کر دیں۔ نریندر مودی نے ٹرمپ سے صاف کہا: "بھارت کبھی بھی کشمیر پر تیسرے فریق کی ثالثی قبول نہیں کرے گا۔"[5] نتیجتاً، پاکستان اور امریکہ دونوں کو خالی ہاتھ واپس جانا پڑا۔

بھارت کی جانب سے سندھ طاس معاہدہ (WTI) کی عارضی معطلی، کنٹرول لائن (LoC) پر افواج کی تعداد میں اضافہ، مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے ظالمانہ قبضے، اور چین-پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کے استحکام جیسے پاکستان کے بنیادی سلامتی مسائل کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے، پاکستان کے چیف آف آرمی اسٹاف، جنرل عاصم منیر نے خود کو فیلڈ مارشل کے لقب سے نواز دیا، اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو نوبل پیس پرائز (Peace Prize) کے لئے نامزد کر دیا۔[6]

یہ پہلی بار نہیں ہے کہ پاکستان کی قیادت نے بھارت کے خلاف جنگی میدان میں حاصل کی گئی کامیابیوں کو اسٹریٹجک سیاسی فتوحات میں تبدیل کرنے میں ناکامی کا مظاہرہ کیا ہو۔ 1999ء میں کارگل کی بلندیوں پر قبضہ کر کے پاکستان نے بھارت کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اُس وقت پاکستان کے پاس مقبوضہ کشمیر کو آزاد کرانے کا ایک سنہری موقع موجود تھا۔ مگر امریکی مداخلت کے دباؤ میں آ کر پاکستان نے پسپائی اختیار کی، اور جنگی کامیابی کو کسی دیرپا سیاسی فائدے میں تبدیل کرنے میں ناکام رہا۔

**ان ناکامیوں کی دو بنیادی وجوہات ہیں:**

**اولاً،** جنگ کا مقصد محض دفاع نہیں ہوتا، بلکہ اس کا اصل ہدف واضح سیاسی مقاصد کا حصول ہوتا ہے اور یہ صرف ایک جارحانہ نظریہ (offensive doctrine) کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ یہ نظریہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ محض دفاعی جہاد کافی نہیں، بلکہ اُسے ایک جارحانہ جہاد میں تبدیل کیا جانا چاہیے، جس کے ساتھ ساتھ مضبوط سیاسی و سفارتی اقدامات کا جامع لائحہ عمل بھی اختیار کیا جائے۔ اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے، تو سندھ طاس معاہدہ (WTI) کا بنیادی اسٹریٹجک مقصد یعنی پاکستان کے لئے تین اہم دریاؤں (سندھ، چناب، راوی) تک بلا رکاوٹ رسائی کو یقینی بنانا، صرف جارحانہ اقدامات کے ذریعے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اقدامات کا ہدف فیصلہ کن اور طویل المدتی اسٹریٹجک نتائج حاصل کرنا ہونا چاہیے، جن میں سرِفہرست کشمیر کا انضمام شامل ہے۔

**دوم:** پاکستان کی قیادت اپنی پالیسیوں اور اقدامات کو ہمیشہ بین الاقوامی قانون کے دائرے میں محدود رکھتی ہے، اور ہر موقع پر امریکہ کی منظوری کی منتظر رہتی ہے، چاہے وہ سفارتی قدم ہو یا عسکری کارروائی۔ یہ روش درحقیقت ایک سیاسی خودکشی کے مترادف ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے عراق، لیبیا اور ایران کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، جہاں عالمی قوانین کی اندھی پیروی نے ان ممالک کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ اگر پاکستان کی قیادت اسی راہ پر چلتی رہی، تو ملک کا انجام بھی کچھ مختلف نہ ہو گا۔

اسی تناظر میں، پاکستان کی قیادت کو چاہیے کہ وہ جرأت کے ساتھ سوچے اور ان چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے خود کو اس ذہنی جمود سے باہر نکالے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے سیاسی طبقے کو اپنا طرزِ فکر تبدیل کرنا ہو گا، تاکہ وہ امریکہ سے آزادانہ فیصلے کر سکیں، اور بین الاقوامی قانون کی حدود کو ملیامیٹ کرتے ہوئے اپنے قومی مفاد میں آزادانہ حکمت عملی اختیار کر سکیں۔ مثال کے طور پر، امریکہ کے حالیہ اسٹریٹجک دھچکے جن میں عراق اور افغانستان سے انخلاء، یوکرین میں ناکامی، اور یمن کے حوثیوں کے مقابلے میں مشکلات شامل ہیں، جن میں پاکستانی پالیسی سازوں کے لئے واضح پیغام ہیں کہ اب دنیا پر امریکی بالادستی کمزور پڑ رہی ہے۔ مزید یہ کہ، گزشتہ تقریباً چالیس برسوں کے دوران، امریکہ نے بارہا پاکستان کی مدد حاصل کی: سب سے پہلے، سوویت یونین کو افغانستان میں شکست دینے کے لئے، پھر، کشمیر کی تحریک اور پاکستان کے ایٹمی تجربات کو ایک ذریعہ بنا کر بھارت کو آہستہ آہستہ امریکہ کے مدار میں کھینچ لانے کے لیے، اور بالآخر، بھارت میں امریکہ نواز جماعت بی جے پی (BJP) کو اقتدار میں لانے کے لیے راہ ہموار کی گئی۔ یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ اگر پاکستان نے امریکہ کی عالمی

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں غیر متزلزل تعاون نہ کیا ہوتا، تو واشنگٹن مشرقِ وسطیٰ کے لئے اپنے نئے منصوبے کا کبھی خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

امریکہ کا پاکستان کی طاقت پر انحصار کرنا ہی خود اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ اب امریکہ خود کو دنیا میں امن و استحکام کے لئے ناگزیر نہیں سمجھتا، بلکہ وہ اپنی بگڑتی ہوئی عالمی حیثیت کو سہارا دینے کے لئے پاکستان کو ایک کلیدی عنصر سمجھتا ہے۔ اگر پاکستان امریکہ کا ساتھ نہ دیتا، تو بھارت آج سے کئی دہائیاں پہلے مقبوضہ کشمیر کھو چکا ہوتا۔

لہٰذا، اگر اب بھی پاکستان کی سیاسی قیادت ملک کی حقیقی طاقت کو پہچاننے اور ایک خود مختار راستہ اختیار کرنے میں ناکام رہتی ہے، تو پاکستان وجودی بحران (existential crisis) کا شکار ہو جائے گا، ایک ایسا بحران جو خود اس کی اپنی قیادت کی غفلت اور امریکی مداخلت کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا نتیجہ ہو گا۔

https://www.alraiah.net/index.php/political-analysis/item/9617-pakistan-must-realize-its-power-to-free-itself-from-american-and-indian-hegemony

Reference:

[1, 2] Businesslike, (June 2025). India will never restore Indus water treaty with Pakistan: Amit Shah. Businessline. Available at: https://www.thehindubusinessline.com/news/national/india-will-never-restore-indus-water-treaty-with-pakistan-amit-shah/article69720610.ece

[3] Dawn, (April 25, 2025). Assault on rivers will be ‘act of war’. Dawn. Available at: https://www.dawn.com/news/1906354

[4] FirstPost, (May 2025). Did Trump broker a ceasefire deal between India and Pakistan? Firstpost. Available at: https://www.firstpost.com/explainers/india-pakistan-ceasefire-deal-us-president-donald-trump-13887378.html

[5] MSN, (June 2025). Modi tells Trump: India will never accept third-party mediation on Kashmir. MSN. Available at: https://www.msn.com/en-gb/news/world/modi-tells-trump-india-will-never-accept-third-party-mediation-on-kashmir/ar-AA1GXvfT?ocid=BingNewsSerp

[6] Aljazeera, (May 2025). Pakistan promotes army chief Asim Munir to field marshal: Why it matters. Aljazeera. Available at: https://www.aljazeera.com/news/2025/5/21/pakistan-promotes-army-chief-asim-munir-to-field-marshal-why-it-matters

فہرست

## بیعتِ عقبہ ثانیہ یا بیعتِ حرب

امام احمد نے عبد الرزاق سے، انہوں نے معمر سے، انہوں نے ابن خثیم سے، انہوں نے ابی الزبیر سے، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دس سال ایسے گزارے کہ وہ گھروں میں، عکاظ اور مجنہ کے بازاروں میں اور حج کے موسموں میں لوگوں کے پاس جا کر فرماتے: **«مَنْ يُؤْوِينِي مَنْ يَنْصُرُنِي حَتَّى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّي وَلَهُ الْجَنَّةُ» "کون ہے جو مجھے پناہ دے؟ کون ہے جو میری مدد کرے؟ یہاں تک کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا دوں اور اس کے لیے جنت ہے۔"** لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسا شخص نہ ملا جو آپ کو پناہ دیتا اور آپ کی مدد کرتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص یمن یا مضر سے آتا تو اس کی قوم اور اس کے قبیلے والے اس سے کہتے کہ قریش کے اس نوجوان سے ہوشیار رہنا کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے۔ اور وہ شخص ان کے درمیان سے گزرتا اور وہ انگلیاں اٹھا کر ان کی طرف اشارہ کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم اہل یثرب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ پس ہم نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی تصدیق کی۔ پھر ہم میں سے کوئی شخص نکلتا تو ایمان لاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قرآن پڑھاتے، پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتا تو وہ اس کے اسلام لانے کی وجہ سے مسلمان ہو جاتے۔ یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ بچا جس میں مسلمانوں کی ایک جماعت اسلام کا اظہار نہ کرتی ہو۔ پھر ہم سب نے مشورہ کیا اور کہا کہ ہم کب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے پہاڑوں میں طواف کرنے، دھتکارے جانے اور خوفزدہ رہنے کے لیے چھوڑے رہیں گے؟ پس ہم میں سے ستر آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم حج کے موسم میں آپ کے پاس پہنچے۔ پس ہم نے شعبِ عقبہ میں ملاقات کے لیے آپ سے وعدہ کیا۔ چنانچہ ہم وہاں ایک ایک دو دو کر کے جمع ہوئے یہاں تک کہ ہم سب اکٹھے ہو گئے۔ پس ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم کس بات پر آپ کی بیعت کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«تُبَايِعُونِي عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي النَّشَاطِ وَالْكَسَلِ وَالنَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنْ الْمُنْكَرِ وَأَنْ تَقُولُوا فِي اللَّهِ لَا تَخَافُونَ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَعَلَى أَنْ تَنْصُرُونِي فَتَمْنَعُونِي إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ وَلَكُمْ الْجَنَّةُ» "تم مجھ سے خوشی اور ناگواری دونوں حالتوں میں میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرو، اور تنگی اور فراخی میں خرچ کرنے پر، اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے پر، اور اس بات پر کہ تم اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو گے، اور اس بات پر کہ تم میری مدد کرو گے اور**

**جب میں تمہارے پاس آؤں گا تو تم ان چیزوں سے میری حفاظت کروگے جن سے تم اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہو، اور تمہارے لیے جنت ہے۔"**

پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: رُوَيْدًا يَا أَهْلَ يَثْرِبَ فَإِنَّا لَمْ نَضْرِبْ أَكْبَادَ الْإِبِلِ إِلَّا وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ إِخْرَاجَهُ الْيَوْمَ مُفَارَقَةُ الْعَرَبِ كَافَّةً وَقَتْلُ خِيَارِكُمْ وَأَنَّ تَعَضَّكُمْ السُّيُوفُ فَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَصْبِرُونَ عَلَى ذَلِكَ وَأَجْرُكُمْ عَلَى اللَّهِ وَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَخَافُونَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ جَبِينَةً فَبَيِّنُوا ذَلِكَ فَهُوَ عُذْرٌ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ قَالُوا أَمِطْ عَنَّا يَا أَسْعَدُ فَوَاللَّهِ لَا نَدَعُ هَذِهِ الْبَيْعَةَ أَبَدًا وَلَا نَسْلُبُهَا أَبَدًا قَالَ فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ فَأَخَذَ عَلَيْنَا وَشَرَطَ وَيُعْطِينَا عَلَى ذَلِكَ الْجَنَّةَ "اے اہل یثرب! ٹھہرو، کیونکہ ہم اونٹوں کی پیٹھوں پر سوار ہو کر ان کے پاس صرف اس لیے آئے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور ہم جانتے ہیں آج آپ ﷺ کو لے جانے کا مطلب تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے اور تمہارے بہترین لوگوں کا قتل ہو جانا ہے اور تلواروں کا تم پر مسلط ہو جانا ہے۔ پس اگر تم ایسے لوگ ہو جو اس پر صبر کر سکتے ہو تو آپ ﷺ کو لے لو، اور تمہارا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اور اگر تم ایسے لوگ ہو جو اپنے دلوں میں خوف محسوس کرتے ہو تو آپ ﷺ کو چھوڑ دو اور واضح بات بتا دو، تو یہ اللہ کے نزدیک تمہارے لیے زیادہ معقول عذر ہو گا۔ انہوں نے کہا: اے اسعد! ہم سے دور ہو جاؤ، اللہ کی قسم ہم اس بیعت کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ کبھی اس سے دستبردار ہوں گے۔ انہوں نے کہا: پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور آپ سے بیعت کی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا اور شرط رکھی اور اس کے بدلے میں ہمیں جنت کا وعدہ دیا۔"

ابن اسحاق نے معبد سے، انہوں نے عبد اللہ سے، انہوں نے اپنے والد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے وہ رات اپنی قوم کے ساتھ اپنے خیموں میں گزاری، یہاں تک کہ جب ایک تہائی رات گزر گئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے کے مطابق اپنے دبکے دبکے، چکور کی طرح چھپتے چھپاتے، خیموں سے نکلے، یہاں تک کہ ہم عقبہ کے پاس گھاٹی میں جمع ہوئے۔ اور ہم تہتر مرد تھے اور ہمارے ساتھ ہماری دو عورتیں تھیں (وہ نسیبہ بنت کعب ام عمارہ مازنیہ اور اسماء بنت عمرو بن عدی یعنی بنو سلمہ سے ام منیع تھیں)۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم گھاٹی میں جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ عباس بن عبد المطلب موجود تھے۔ اور وہ اس دن اپنی قوم کے دین پر تھے، لیکن انہوں نے چاہا کہ اپنے

بھتیجے کے معاملے میں حاضر ہوں اور ان کے لیے مظبوط عہد وپیمان حاصل کریں۔ پس جب وہ بیٹھے تو سب سے پہلے عباس بن عبد المطلب نے بات کی اور کہا: يا معشر الخزرج، إن محمداً منا حيث قد علمتم، وقد منعناه من قومنا ممن هو على مثل رأينا فيه، فهو في عزة من قومه، ومنعة في بلده، وإنه أبى إلا الانحياز إليكم واللحوق بكم، فإن كنتم ترون أنكم وافون له بما دعوتموه إليه، ومانعوه ممن خالفه، فأنتم وما تحملتم من ذلك وإن كنتم ترون أنكم مسلموه وخاذلوه بعد الخروج إليكم فمن الآن فدعوه. فإنه في عزة ومنعة من قومه وبلده " اے خزرج کے لوگو! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو۔ اور ہم نے اپنی قوم میں ان لوگوں سے ان کی حفاظت کی ہے جو ان کے بارے میں ہمارے جیسے خیالات رکھتے ہیں۔ پس وہ اپنی قوم میں عزت اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ لیکن آپ ﷺ تمہاری طرف مائل ہونے اور تم سے مل جانے کے سوا کوئی بات نہیں مان رہے۔ پس اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اس بات کو پورا کرو گے جس کی طرف تم انہیں بلا رہے ہو، اور تم ان کی مخالفت کرنے والوں سے ان کی حفاظت کرو گے، تو پھر تم یہ بوجھ اٹھالو۔ اور اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہارے پاس آنے کے بعد تم انہیں چھوڑ دو گے اور ان کی مدد نہیں کرو گے تو ابھی انہیں چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں عزت اور حفاظت سے ہیں۔"

انہوں نے عباس بن عبد المطلب سے کہا: ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بات کریں اور اپنے لیے اور اپنے رب کے لیے جو پسند ہو اختیار کریں۔ انہوں نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات شروع کی، قرآن کی تلاوت کی، اور اللہ کی طرف دعوت دی، اور اسلام کی رغبت دلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ» "میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم ہر اس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے تم اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔"**

تو براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: نعم، فوالذي بعثك بالحق لنمنعنك مما نمنع منه أزرنا، فبايعنا يا رسول الله، فنحن والله أبناء الحروب ورثناها كابراً عن كابر" ہاں، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم ضرور آپ کی حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنی چادروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم سے بیعت لے لیں، اللہ کی قسم ہم جنگوں کے بیٹے ہیں، اور یہ چیز ہم نے اپنے بڑوں سے وراثت میں پائی ہے۔"

یہاں ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ نے بات کاٹی اور کہا: يا رسول الله، إن بيننا وبين الرجال حبالاً وإنا قاطعوها، يعني اليهود، فهل عسيت إن فعلنا ذلك ثم أظهرك الله أن ترجع إلى قومك وتدعنا؟ "اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک ہمارے اور لوگوں کے درمیان معاہدے ہیں، یعنی یہود، اور ہم انہیں توڑنے والے ہیں۔ پس کیا یہ ممکن کہ اگر ہم ایسا کریں اور پھر اللہ آپ ﷺ کو غلبہ عطا کرے تو آپ ﷺ اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں اور ہمیں چھوڑ دیں؟"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: **« بَلْ الدَّمَ الدَّمَ وَالْهَدْمَ الْهَدْمَ أَنَا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مِنِّي أُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَأُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ » "بلکہ تمہارا خون میرا خون ہے، اور تمہارا نقصان میرا نقصان ہے، میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو، میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کروگے، اور اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کروگے۔"**

کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **« أَخْرِجُوا إِلَيَّ مِنْكُمْ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا يَكُونُونَ عَلَى قَوْمِهِمْ » "اپنے میں سے بارہ نقیب (سردار) میرے سامنے لاو جو اپنی قوم کے ذمہ دار ہوں۔"** پس انہوں نے اپنے میں سے بارہ نقیب سامنے کیے: نو خزرج سے تھے اور تین اوس سے۔ ابن اسحاق نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن ابی بکر نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیبوں سے فرمایا: **«أَنْتُمْ عَلَى قَوْمِكُمْ بِمَا فِيهِمْ كُفَلَاءُ كَكَفَالَةِ الْحَوَارِيِّينَ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَنَا كَفِيلٌ عَلَى قَوْمِي» "تم اپنی قوم کے ضامن ہو جس طرح عیسیٰ بن مریم کے حواری ان کے ضامن تھے، اور میں اپنی قوم کا ضامن ہوں۔"**

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے خبر دی کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے لیے جمع ہوئے تو عباس بن عبادہ بن نضلہ الانصاری رضی اللہ عنہ جو بنو سالم بن عوف کے بھائی تھے، نے کہا: يا معشر الخزرج هل تدرون علامَ تبايعون هذا الرجل "اے خزرج کے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم اس شخص سے کس بات پر بیعت کر رہے ہو؟" انہوں نے کہا: ہاں۔

انہوں نے کہا: إنكم تبايعونه على حرب الأحمر والأسود من الناس، فإن كنتم ترون أنكم إذا أنهكت أموالكم مصيبة وأشرافكم قتلاً أسلمتموه، فمن الآن فهو والله إن فعلتم خزي الدنيا والآخرة، وإن كنتم ترون أنكم وافون له بما دعوتموه إليه على نهكة الأموال وقتل الأشراف فخذوه، فهو والله خير الدنيا والآخرة "بے شک تم ان سے سرخ اور سیاہ لوگوں سے جنگ کرنے

پر بیعت کر رہے ہو۔ پس اگر تم سمجھتے ہو کہ جب مصیبت پڑنے کی وجہ سے تمہارے مال ختم ہو جائیں گے اور تمہارے معززین قتل کر دیے جائیں گے اور پھر تم انہیں چھوڑ دوگے، تو ابھی چھوڑ دو، کیونکہ اللہ کی قسم اس وقت ایسا کرنا دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ مال کے ختم ہو جانے اور اشراف کے قتل ہو جانے کے باوجود تم اس بات کو پورا کروگے جس کی طرف تم انہیں بلا رہے ہو، تو انہیں لے لو، پس اللہ کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔"

انہوں نے کہا: فإنا نأخذه على مصيبة الأموال وقتل الأشراف، فما لنا بذلك يا رسول الله إن نحن وفّينا؟ "ہم انہیں لیں گے چاہے مال کے ختم ہو جائیں اور اشراف قتل ہو جائیں۔ اور اگر ہم اس کو پورا کریں تو اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لیے کیا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«الجنة» "جنت"**۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور انہوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔

اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **«إنا بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة في النشاط والكسل، والنفقة في العسر واليسر، وعلى الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وعلى أن نقول في الله لا تأخذنا فيه لومة لائم، وعلى أن ننصر رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قدم علينا يثرب مما نمنع به أنفسنا وأزواجنا وأبناءنا ولنا الجنة» "بے شک ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشی اور ناگواری دونوں حالتوں میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی، اور تنگی اور فراخی میں خرچ کرنے پر، اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے پر، اور اس بات پر کہ ہم اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، اور اس بات پر کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یثرب تشریف لائیں گے، اور ان چیزوں سے ان ﷺ کی حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں، اور ہمارے لیے جنت ہے۔"**

پس جب بیعت اور عہد و پیمان مکمل ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: **«ارْفَضُّوا إِلَى رِحَالِكُمْ» "اپنے اپنے خیموں کی طرف لوٹ جاؤ"**

تو عباس بن عبادہ بن نضلہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: يا رسول الله والذي بعثك بالحق إن شئت لنميلن على أهل منىً غداً بأسيافنا "اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ چاہیں تو ہم کل منیٰ والوں پر اپنی تلواریں کھینچ لیں گے۔"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَمْ نُؤْمَرْ بِذَلِكَ وَلَكِنْ ارْجِعُوا إِلَى رِحَالِكُمْ» **"ابھی ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا، لہٰذا اپنے خیموں کی طرف لوٹ جاؤ"**

اور اس طرح مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ایک مضبوط بنیاد پڑ گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

فہرست

# اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دعوت

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿ اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور بہترین انداز سے ان کے ساتھ بحث کیجئے بے شک آپ ﷺ کا رب ہی اس بات کا زیادہ علم رکھتا ہے کہ کون راہِ راست سے بھٹک گیا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے"(النحل:125)۔اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلاَ تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلاَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ﴾ "اور اہلِ کتاب سے صرف بہترین انداز سے بحث کرو سوائے ان میں سے ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے ظلم کیا"(العنکبوت:46)۔اور اللہ تعالی نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى فَقُولاَ لَهُ قَوْلاً لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى﴾ "آپ دونوں فرعون کے پاس جاؤ،بے شک وہ سرکش بن چکا ہے اس کے ساتھ نرمی سے بات کرو کہ شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا(اللہ سے)ڈر جائے"(طہٰ:43-44)۔

یہ آیات اللہ کی طرف دعوت دینے کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں، یہ دعوت شروع سے ہی،کسی بھی چیز سے پہلے اللہ کی طرف دعوت ہے۔یہ کسی شخص کسی قوم یا کسی پارٹی کی طرف دعوت نہیں۔دعوت کا علمبردار اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ایک ذمہ داری کو ادا کرتا ہے۔وہ اس کام کو اس دعوت یا اس کے ہاتھوں ہدایت پانے والوں کی خاطر نہیں کرتا بلکہ اس کا اجر صرف اللہ کے پاس ہے۔اس لیے لوگوں کا اس کی بات کو قبول نہ کرنا اس کو غمزدہ نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اپنے اور اپنی دعوت کے خلاف لوگوں کی سازشوں سے تنگ دل ہوتا ہے،کیونکہ ہدایت اور گمراہی صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ "(اے محمد ﷺ)ان کی ہدایت آپ کی ذمہ داری نہیں مگر اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے"(البقرۃ:272)۔اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾ "آپ ان کے لیے غمزدہ مت ہوں اور نہ ہی ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں"(النحل:127)۔اور اچھا انجام صرف متقیوں کیلئے ہے،﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾" بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور یہی لوگ احسان کرنے والے ہیں"(النحل:128)۔

**دعوت کے دو حصے ہیں:** پہلا حصہ غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا ہے، اس کو افراد ہر حال میں کریں گے، ریاست اس کو عملی طریقے سے ادا کرے گی جو کہ غیر مسلموں پر اسلام کے قوانین اور نظام کے ذریعے حکمرانی کرنا ہے تاکہ وہ اسلام کے نور اور وسعت قلبی کو دیکھ لیں، اور اس کے نتیجے میں اسلام میں فوج در فوج داخل ہو جائیں؛ دوسرا حصہ مسلمانوں کو اسلام کے نفاذ اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کی دعوت دینا ہے۔ اسلامی احکامات کو نافذ کرنے والی حکومت کی غیر موجودگی میں اسلام کے لیے جدوجہد سلطان اور قرآن کو یکجا کرنے کی جدوجہد ہے، یعنی قرآن کے لیے ایسی اتھارٹی کو وجود میں لانا جو اس کے احکامات کو نافذ کرے، یعنی اس اتھارٹی کو وجود میں لانا جس کا مرجع ایک ہی ہو: یعنی اسلام۔ یہ امر تقاضا کرتا ہے کہ یہ عمل اجتماعی ہو یعنی ایک جماعت کے ذریعے ادا ہو۔

دعوت کے یہ دونوں حصے طریقہ کے احکامات میں سے ہیں جن کو محسوس نتائج کے حصول کے لیے انجام دینا واجب ہے۔ ان کو انجام دینا محض واجب کو ادا کرنے یا "رب کے سامنے عذر" پیش کرنے کے طور پر نہیں ہوتا، بلکہ ان کی انجام دہی سے محسوس کامیابی مقصود ہوتی ہے، جیسے کوئی شخص یا کئی اشخاص عملی طور پر اسلام قبول کریں، یا کسی شخص یا اشخاص کے تصورات تبدیل ہو جائیں، یا اللہ کی راہ میں جہاد کی صورت میں کوئی قلعہ فتح ہو جائے یا دشمن کو قتل کیا جائے یا دشمن کی زمین کے کسی حصے پر قبضہ کیا جائے۔ یہ ارادہ کرنا طریقے کے اعمال میں سے ہے جسے اس عمل کی انجام دہی کے وقت ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

**دعوت کی ذمہ داری کو ادا کرنے کے تین انداز ہیں:**

**اول: حکمت کے ساتھ دعوت،** یعنی عقلی دلائل کے ساتھ جو لاجواب کر دینے والے اور حتمی ہوں اور غلط فکر کے مقابلے میں درست فکر پر قائل کرنے والے ہوں۔ یہ طریقہ کار سوچنے سمجھنے والے لوگوں کیلئے فائدہ مند ہے جس وجہ سے کفار اور ملحد اس سے ڈرتے ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے بھٹکے ہوئے اور دوسروں کو بھٹکانے والے اس سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ باطل کی کج روی کو بے نقاب کرتا ہے اور حق کو واضح کرتا ہے، کیونکہ یہ فساد کو جلانے والی آگ اور اصلاح کی راہ دکھانے والا نور ہے۔ قرآن کریم نے قطعی دلائل اور لاجواب حجتوں سے اذہان کو مخاطب کیا تاکہ وہ زمین اور آسمان غور پر کریں اور اس تدبر سے اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: **أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَت وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَت "کیا یہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کو نہیں دیکھتے اس کو کیسے بلند**

کیا گیا اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے جن کو کیسے نصب کیا گیا اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ یہ کیسے بچھائی گئی" (الغاشیہ:20-17)۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالاً سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) "اور وہی ذات اپنی (باران) رحمت سے پہلے خوشخبری کے طور پر ہوائیں بھیجتا ہے یہاں تک کہ وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم ان بادلوں کو کسی مردہ (خشک) زمین کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں پھر ان بادلوں سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل اگاتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے شاید تم نصیحت حاصل کرلو" (الاعراف:57)۔ ہاں میں ہاں ملانا، چاپلوسی کرنا، پسپائی اختیار کرلینا اور سمجھوتہ کرنا حکمت نہیں، نہ ہی یہ احتیاط ہے اور نہ ہی یہ میانہ روی یا ڈپلومیسی ہے، یہ سب یا ان میں سے کوئی ایک بھی حکمت کے معنی میں داخل نہیں۔ حکمت معاملے کو اس کی جگہ پر رکھنے کا نام ہے یا اس کے معنی حجت اور برہان ہیں، آیت میں معاملے کو اس کی جگہ پر رکھنے کی بات نہیں ہو رہی اس لیے اس کا معنی لازمی طور پر حجت اور برہان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی طرف دعوت میں اہل مکہ کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی، نہ ہی ان کی چاپلوسی کی اور نہ ہی ان سے سمجھوتہ کیا بلکہ وہ ان کے سامنے اللہ کے اس قول کی تلاوت کرتے تھے، ( اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ) "بے شک تم اور جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ جہنم کے ایندھن ہیں جس میں تم داخل ہونے والے ہو" (الانبیاء:98)۔ اسی طرح اللہ کے اس فرمان کی، ( تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۭ) "ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو" (لھب:1)۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کی، ( وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ* هَمَّازٍ مَّشَّاۗءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۙ* مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ* عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ)" ہر قسم کھانے والے ذلیل کی بات مت سنو جو اشارے کرنے والا چغل خور ہے خیر کی راہ میں رکاوٹ، حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے بدخو اور بدذات ہے" (القلم:13-10)۔

دوسرا: مَوْعِظَةِ حَسَنَةِ، جو کہ اچھے انداز سے نصیحت ہے، یعنی عقل کو مخاطب کرتے ہوئے جذبات کو ابھارنا اور احساسات کو مخاطب کرتے ہوئے افکار کو ابھارنا۔ اس کے ذریعے دعوت نرمی سے دلوں میں جذب ہو گی اور نرمی سے احساسات گہرے ہو جائیں گے، بے شک بات میں نرمی سے بہت سارے باغی دل ہدایت پا لیتے ہیں اور سخت دل نرم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي

الْاَمْرِ)"اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم خو ہیں، اگر آپ ترش رو اور سنگدل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے چلے جاتے، ان سے درگزر کیا کریں ،ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں"(آلِ عمران:159)۔اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالی نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:( اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰىۚفَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى)"دونوں فرعون کے پاس جاو وہ سرکش ہو گیا ہے اس کے ساتھ نرمی سے بات کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا (اللہ سے) ڈرے"(طہ:44-43)۔

قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے احساسات کو مخاطب کیا گیا ہے، تاکہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی کرے اور جس چیز کے بارے میں عقل قائل ہو جائے تو وہ اس پر عمل کرنے میں منہمک ہو جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لاَ يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لاَ يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لاَ يَسْمَعُونَ بِهَا أُوْلَئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ) "ہم نے بہت سارے جنات اور انسانوں کو (گویا) جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے جن کے دل ودماغ تو ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں، جن کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ دیکھتے نہیں جن کے کان تو ہیں مگر وہ سنتے نہیں یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ یہ زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں"(الاعراف:179)۔

تیسرا:(وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ)"ان سے بہترین انداز سے بحث کرو"،یعنی بحث کرنے کا بہترین انداز اختیار کرو، جس میں گفتگو کا موضوع فکری ہوتا ہے، اس سے تجاوز کر کے ذاتی معاملات یا ادھر ادھر کی باتوں کو نہیں چھیڑا جاتا۔ سچے دلائل پیش کرنے اور باطل دلائل رد کرنے سے بحث اختلاف اور تضاد کو ظاہر کرنے کا کردار ادا کرتی ہے جس میں حق تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،( لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ)"اگر زمین وآسمان میں ایک اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو یہ دونوں برباد ہو جاتے، عرش کا رب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے پاک ہے جو یہ کہتے ہیں"(الانبیاء:22)، اللہ حکمت والا یہ بھی فرماتا ہے،( وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا)"اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی کی طرف سے ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت سارے اختلاف پاتے"(النساء:82)۔

کسی متعین شخص تک دعوت کو پہنچانے کے مقصد کا تعین ہمیشہ موجود ہونا چاہیے اور دعوت کو قبول کرنے کی صورت میں اس شخص کو کس حد تک لے جانا ہے، اس بات کا بھی تعین ہونا چاہیے۔ لہٰذا اولاً ایک شخص سے بحث آپ اس کو اپنے فکر پر

لانے کی امید سے کرتے ہیں کہ وہ اس فکر کا علمبر دار بنے گا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دے گا، دوسرے، اس شخص سے بحث آپ اس لیے کرتے ہیں کہ اس کے تصورات کو تبدیل کریں تاکہ وہ حق کو قبول کرلے، تیسرے، اس شخص سے بحث اس لیے کرتے ہیں کہ وہ متعین افکار کو اپنے ارد گرد اور اپنی مجالس تک پہنچائے، چوتھے، آپ اس سے امید کرتے ہیں کہ وہ آپ کی حمایت اور مدد کرے۔ اس حد کا تعین نہ کرنا جہاں تک اپنے مخاطب کو پہنچانا ہو، ایک داعی کو ملال اور ناامیدی کا شکار کر سکتا ہے۔ یہ دونوں نشانیاں درست نہیں۔

دعوت پہنچانے کا مقصد ہر گز گفتگو میں اپنی برتری دکھانا یا بحث جیتنا نہیں بلکہ قائل کرنا اور حق تک پہنچانا ہے۔ انسانی نفس کی خصوصیات اور عادات ہیں۔ اس کے لیے شکست کا اعتراف کرنا یا اپنی اس رائے سے پیچھے ہٹنا، جس کا وہ دفاع کر رہا ہو، آسان نہیں۔ اس لیے جس سے خطاب کیا جارہا ہے اس کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ اس کی ذات محفوظ ہے اور اس کا وقار مجروح نہیں ہو رہا ہے، اس کو زیر نہیں کیا جارہا ہے اور اس کا فائدہ نہیں اٹھایا جارہا ہے، اس کو جاہل نہیں سمجھا جارہا ہے اور اس کو برا اور ذلیل قرار نہیں دیا جارہا ہے۔ کیونکہ گفتگو کا مقصد اس کا دل جیتنا ہے اس کی دشمنی جیتنا نہیں۔ اس لیے بات چیت کے اسالیب میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کو آپ کے اور اپنے درمیان فاصلے کا احساس نہ ہو، یعنی یہ کہ وہ کوئی غیر نہیں۔ اسی طرح اس کے پاس دعوت لے جاتے وقت نفسیاتی حالت کا بھی لحاظ رکھا جائے، مناسب وقت کا انتخاب کیا جائے، مناسب الفاظ کا چناؤ کیا جائے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے"۔ اگر مخاطب کا دل مائل نہ ہو رہا ہو تو اس کا ذہن بھی نہیں کھلے گا، عقل کی راہ دل سے گزرتی ہے، اس لیے دلوں کو نرم کرنا عقل کو مخاطب کرنے کیلئے ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب بنی عبد اللہ کی جماعت کو مخاطب کیا تو ان سے فرمایا: **( إن الله قد أحسن اسم أبيكم) "بے شک اللہ نے تمہارے باپ کا بہترین نام رکھا ہے"**، کیونکہ ان کے باپ کا نام عبد اللات یا عبد العزیٰ نہیں تھا۔ اسی نے ان کے دلوں میں نرمی پیدا کی تاکہ وہ آپ ﷺ کی بات توجہ سے سنیں اور آپ کی بات پر لبیک کہیں۔

ہر حال میں حق بات کرنی چاہیے، آزمائش پر صبر کرنا چاہیے، لیکن باعمل مسلمانوں کی طرح، نہ کہ گھٹنے ٹیکنے والوں اور جھکنے والوں کی طرح۔ بخاری نے عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا ہے کہ **(بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ)** "ہم نے پسند اور ناپسند میں سننے اور اطاعت کرنے

کے لیے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بیعت کی، اور یہ کہ ہم اہلِ امر سے تنازعہ نہیں کریں گے، ہم جہاں بھی ہوں گے حق کہیں گے اور حق پر ڈٹیں گے اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے"۔

**باطل ادیان کو گالی دینے کا حکم:**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) "اللہ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے ان کو گالی مت دو کیونکہ پھر وہ بھی دشمنی اور جہالت میں اللہ کو گالیاں دیں گے۔ اسی طرح ہی ہم نے ہر امت کے لیے اس کے اعمال کو مزین کیا ہوا ہے۔ پھر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے جو ان کو ان کے اعمال کے بارے میں بتادے گا"**(الانعام:108)

اسلام اپنے پیروکاروں کو کفار کے معبودوں کو گالیاں دینے سے منع کرتا ہے تاکہ اس کے نتیجے میں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو گالی نہ دیں۔ کفر، شرک، جعلی معبودوں، جن کی اللہ کی جگہ عبادت کی جاتی ہے، ان کو گالی دینا اصلاً مباح امر ہے لیکن اگر یہ گالی ان کو اشتعال دلانے اور ردعمل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا اسلام کے مقدسات میں سے کسی کو گالی دینے کا سبب بن سکتا ہے تو پھر ایسی صورت میں کفار کے معبودوں کو گالی دینا جائز نہیں۔

اسی آیت سے اصول کے علماء نے (الْوَسِيلَة إِلَى الْحَرَام حَرَام) "حرام کا وسیلہ بھی حرام ہے" کا قاعدہ اخذ کیا ہے۔ یعنی کوئی بھی مباح عمل جس کے بارے میں غالب گمان ہو جائے کہ یہ حرام تک پہنچائے گا تو وہ حرام ہو جائے گا، جب تک اس میں یہ گمان ہو۔ اسی طرح رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا یہ فرمان بخاری و مسلم میں ہے **(مِنْ اَلْكَبَائِرِ شَتْمُ اَلرَّجُلِ وَالِدَيْهِ) "اپنے والد کو گالی دینا کبائر میں سے ہے"**۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم! کیا کوئی اپنے باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا **(نَعَمْ. يَسُبُّ أَبَا اَلرَّجُلِ, فَيَسُبُّ أَبَاهُ, وَيَسُبُّ أُمَّهُ, فَيَسُبُّ أُمَّهُ) "ہاں۔ وہ کسی کے باپ کو گالی دے تو جواب میں وہ اس کے باپ کو گالی دے اور وہ کسی کی ماں کو گالی دے تو جواب میں وہ اس کی ماں کو گالی دے"**۔

اس سے ملتا جلتا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے، **( وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ) "اہل کتاب سے بحث بہترین انداز سے ہی کرو سوائے ان میں سے ظلم کرنے والوں کے اور کہو کہ**

**ہم اس پر ایمان لائے جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس پر جو تم پر نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں**"(العنکبوت:46)۔

ابنِ جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے اللہ تعالی کے اس قول کے حوالے سے ابن عباس سے روایت کی ہے(**وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ**)"**اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والوں کو گالی مت دو**"، کہ انہوں نے کہا:(يا محمد لتنتهِيَنَّ عن سبّكَ آلهتنا أو لنهجوَنَّ ربك)"اے محمد! تم ہمارے معبودوں کو گالی دینے سے لازما باز آؤ گے ورنہ ہم تمہارے رب کا مذاق اڑائیں گے"، اس پر اللہ نے مسلمانوں کو کفار کے بتوں کو گالیاں دینے سے منع کیا کہ کہیں وہ جہالت اور دشمنی میں اللہ کو گالی نہ دیں۔

آیت میں یہ واضح کیا گیا کہ ہر امت کے لیے اس کے عمل اور دین کو مزین کیا گیا ہے، وہ یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کے دین کو گالی دے۔ اللہ تعالی نے لوگوں کے حساب کتاب کو اپنے پاس رکھا اور یہ کام رسولوں کو بھی نہیں دیا۔ رسولوں کا کام بھی صرف واضح تبلیغ اور حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت ہے۔

اس کا مطلب سمجھوتہ، نفاق اور حق گوئی ترک کرنا نہیں، بلکہ گالی گلوچ، اشتعال دلانے، تحقیر اور اہانت سے باز رہنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا:( **اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى**)"**فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو گیا ہے اس سے نرمی سے بات کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا(اللہ سے)ڈر جائے**"(طہٰ:44-43)۔ اسی نرم گفتگو میں سے فرعون کو واضح انداز میں ڈرانا بھی تھا، جب فرمایا:( **اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى**)"**ہماری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جھٹلانے اور منہ موڑنے والے کو عذاب دیا جائے گا**"(طہٰ:48)۔

لہٰذا اسلام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم غلط عقائد والوں کو برا بھلا کہہ کر اشتعال نہ دلائیں اگرچہ ان کے باطل عقائد اس کے مستحق بھی ہوں کیونکہ یہ چیز عقل کے نور کو ختم کرتی ہے اور نفس میں موجود جبلت دفاع کو ابھارتی ہے اور دعوت قبول کرنے کے لیے دروازے کو بند کرتی ہے۔ ساتھ ہی اسلام ہمیں عقائد کی گمراہی، ان کے جھوٹ اور ایسے عقائد کے حاملین کے برے انجام کو مضبوط دلیل سے بیان کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔

فہرست

# سوال وجواب: یہود کا ایران پر جارحانہ حملہ اور اس سے نکلنے والے نتائج

**سوال:**

العربیہ نے اپنی ویب سائٹ پر 27 جون 2025ء کو شائع کیا: چار باخبر ذرائع نے بتایا کہ صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی انتظامیہ ایران کو سول نیوکلیئر انرجی پروگرام کے لیے 30 ارب ڈالر تک رسائی دینے کے امکان پر بات چیت کر رہی ہے۔ ذرائع کے مطابق، ان مذاکرات کا سلسلہ رواں ہفتے بھی جاری رہا، جنگ بندی کے معاہدے کے بعد۔ ٹرمپ انتظامیہ کے حکام نے تصدیق کی کہ ابتدائی اور پیشرفتہ دونوں نوعیت کی تجاویز پیش کی گئیں، جن میں ایک ناقابلِ مفاہمت شرط یہ تھی: "ایران یورینیم کی افزودگی مکمل طور پر بند کرے"۔

ٹرمپ نے ایران اور یہودی وجود کے درمیان اپنی تجویز کردہ جنگ بندی کے نفاذ کا اعلان کیا۔ "نیتن یاہو نے کہا کہ اس نے ٹرمپ کی تجویز قبول کر لی ہے... رائٹرز نے ایک سینئر ایرانی عہدیدار کے حوالے سے بھی کہا کہ تہران نے قطر کی ثالثی اور امریکہ کی تجویز کردہ جنگ بندی پر رضامندی ظاہر کی ہے۔" (الجزیرہ عربی 24/6/2025)

یہ سب کچھ اس کے بعد ہوا جب ٹرمپ کی افواج نے 22/6/2025 کو ایران کی جوہری تنصیبات کو نشانہ بنایا، اور جب یہودی وجود نے 13/6/2025 سے ایران پر اچانک اور وسیع حملہ شروع کیا۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: یہودی وجود نے یہ اچانک جارحیت کیوں کی، خاص طور پر جب وہ اکثر و بیشتر امریکی احکامات پر عمل کرتا ہے؟ کیا ایران خود امریکی اثر و رسوخ کے دائرے میں نہیں آتا؟ اگر ہاں، تو پھر امریکہ ایران کی جوہری تنصیبات پر حملے میں کس طرح شامل ہو سکتا ہے؟

شکریہ۔

**جواب:**

وضاحت کے لیے ہم درج ذیل نکات کا جائزہ لیتے ہیں:

1 - جی ہاں، ایران کا جوہری پروگرام یہودی وجود کے لیے وجودی خطرہ سمجھا جاتا ہے، اسی وجہ سے وہ ہر قیمت پر اسے ختم کرنا چاہتی ہے۔ اسی بنیاد پر اس نے صدر ٹرمپ کی جانب سے 2018ء میں 2015ء کے جوہری معاہدے سے دستبرداری کا خیر مقدم کیا۔ یہودی وجود کا مؤقف بالکل واضح ہے: وہ صرف لیبیا ماڈل کو قبول کرے گی، جس میں ایران مکمل طور پر اپنے جوہری پروگرام کو ختم کر دے، یعنی جوہری عزائم سے مکمل دستبرداری اختیار کر لے۔

یہودی وجود نے اس مقصد کے تحت ایران کے اندر اپنی جاسوسی سرگرمیوں میں غیر معمولی تیزی لائی ہے۔ درحقیقت، پہلے ہی روز کے حملے نے ایران کے اندر موساد سے منسلک ایجنٹوں کے ایک منظم نیٹ ورک کو بے نقاب کر دیا—وہی ایجنٹس جو معمولی مالی فوائد کے عوض یہودی انٹیلیجنس کے ساتھ تعاون کر رہے تھے اور حساس اہداف کا سراغ لگا رہے تھے۔ ان افراد نے ڈرونز کے پرزے ایران میں درآمد کیے، مقامی چھوٹی ورکشاپس میں انہیں جوڑا، اور بعد ازاں مختلف اہم مقامات پر حملے کیے، جن میں ایرانی حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کی رہائش گاہیں بھی شامل تھیں۔ یہ منظرنامہ لبنان میں ایران کی پراکسی تنظیم حزب اللہ کے ساتھ پیش آنے والے واقعے سے مماثلت رکھتا ہے، جب یہودی وجود نے اس کے رہنماؤں کو نشانہ بنایا تھا۔

2 - امریکہ کا مؤقف اصولی طور پر یہودی وجود کی پشت پناہی پر مبنی تھا؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایران کے جوہری منصوبے کے خلاف کارروائیوں میں اصل محرک قوت خود امریکہ ہی تھی۔ البتہ، ٹرمپ نے اس مقصد کے لئے دو راستے کھلے رکھے: ایک مذاکرات کا، دوسرا فوجی کارروائی کا۔

اسی سلسلے میں اپریل 2025ء میں امریکہ اور ایران نے عمان کے دارالحکومت مسقط میں مذاکرات کیے۔ ٹرمپ انتظامیہ نے ان مذاکرات کو مثبت قرار دیا اور کہا کہ ایران جوہری مسئلے پر جو رعایتیں دے رہا ہے، ان کی نوعیت اور گہرائی اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ ایک نیا معاہدہ قریب ہے۔

ٹرمپ نے اس معاہدے کو حتمی شکل دینے کے لیے دو ماہ کی ڈیڈ لائن مقرر کی۔ ادھر یہودی وجود کے حکام امریکی نمائندے سے باقاعدگی سے ملاقاتیں کرتے رہے، جو خطے کے لئے امریکی نمائندہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایران کے ساتھ مذاکرات میں امریکی وفد کی قیادت بھی کر رہا تھا۔ ہر ایرانی وفد سے ملاقات سے قبل وہ یہودی وجود کے نمائندوں کو مذاکرات کی پیشرفت سے آگاہ کرتا تھا۔

3 - ٹرمپ انتظامیہ نے اپنے بعض کلیدی افراد کے سخت گیر مؤقف کو اپنایا، جو یہودی وجود کے مؤقف سے گہری مطابقت رکھتے تھے۔ اسی دوران یورپ میں بھی اسی طرح کے سخت گیر خیالات ابھرنے لگے۔

یورپی ممالک اس بات پر ناخوش تھے کہ امریکہ ایران کے ساتھ تنہا مذاکرات کر رہا ہے، اور اس طرح اگر کوئی معاہدہ ہوا تو اس کے زیادہ تر فوائد صرف امریکہ کو حاصل ہوں گے۔ یہ اس لئے بھی یورپ کے لئے باعثِ تشویش تھا کہ ایران ٹرمپ

انتظامیہ کو پرکشش تجارتی مواقع کا لالچ دے رہا تھا، جن میں تیل و گیس کے معاہدے، ہوابازی کے سودے اور دیگر شعبہ جات شامل تھے، جن کی مالیت سینکڑوں ارب ڈالر تک پہنچ سکتی تھی۔

یہ سخت گیر مؤقف ایک سخت رپورٹ کی صورت میں سامنے آیا، جو بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی (IAEA) کی جانب سے پیش کی گئی: "تقریباً 20 سالوں میں پہلی بار، آئی اے ای اے کے بورڈ آف گورنرز نے آج، جمعرات 12 جون 2025ء کو اعلان کیا کہ ایران نے جوہری عدم پھیلاؤ سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی کی ہے..." (ڈوئچے ویلے، جرمنی، 2025/6/12)

یہ بیان اُس وقت سامنے آیا جب ایرانی سپریم لیڈر پہلے ہی یورینیم کی افزودگی روکنے سے انکار کر چکے تھے۔ خامنہ ای نے کہا: "چونکہ مذاکرات جاری ہیں، میں دوسری جانب کو ایک انتباہ دینا چاہتا ہوں۔ امریکی فریق، جو ان بالواسطہ مذاکرات میں شریک ہے، کھوکھلے بیانات سے گریز کرے۔ ان کا یہ دعویٰ کہ 'ہم ایران کو یورینیم افزودہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے' ایک سنگین غلطی ہے۔ ایران کسی سے اجازت لینے کا محتاج نہیں"۔ ادھر، مشرق وسطیٰ کے لئے امریکی نمائندے اسٹیو وٹکوف نے اتوار کو کہا کہ واشنگٹن کسی بھی ممکنہ معاہدے میں یورینیم افزودگی کی کسی بھی سطح کو قبول نہیں کرے گا۔ انہوں نے اے بی سی نیوز کو بتایا: "ہمارے پاس ایک واضح ریڈ لائن ہے، اور وہ افزودگی ہے۔ ہم 1٪ بھی افزودگی کی صلاحیت کی اجازت نہیں دے سکتے" (ایران انٹرنیشنل، 20 مئی 2025)

4 - جب ایران نے یورینیم افزودگی روکنے سے انکار کر دیا اور امریکہ نے مکمل بندش پر اصرار کیا، تو امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات ایک بند گلی میں داخل ہو گئے، اگرچہ رسمی طور پر ان مذاکرات کے خاتمے کا اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ تاہم، 2025/6/12 کو آئی اے ای اے کی رپورٹ کے اجراء کے بعد، یہودی وجود نے امریکہ کے ساتھ ہم آہنگی میں، ایک خفیہ منصوبے کے تحت 2025/6/13 کو اچانک حملہ شروع کیا۔

اس حملے کے دوران یہودی وجود نے ایران کی نطنز جوہری تنصیب کو نشانہ بنایا، جو یورینیم افزودگی کا سب سے بڑا مرکز ہے اور جہاں 14,000 سینٹری فیوجز نصب ہیں۔ یہودی وجود نے ایرانی فوج اور پاسدارانِ انقلاب کے کمانڈروں اور جوہری سائنسدانوں کو ہدف بنا کر متعدد قتل کی کارروائیاں کیں، اور میزائل لانچنگ پلیٹ فارمز پر بھی حملے کیے۔

اگرچہ یہودی وجود نے حملے کو اس بنیاد پر جائز قرار دیا کہ ایران نے مبینہ طور پر جوہری ہتھیاروں کی تحقیق و ترقی دوبارہ شروع کر دی ہے، جیسا کہ نیتن یاہو نے کہا (روس ٹائمز، 2025/6/14)، لیکن یہ دعویٰ ایرانی بیانات سے رد ہو جاتا ہے، جن میں

بارہا کہا گیا ہے کہ ایران کا جوہری ہتھیار بنانے کا کوئی ارادہ نہیں، اور وہ بین الاقوامی معائنہ کاروں کو ہر سطح پر رسائی دینے کے لئے تیار ہے تاکہ اس کے جوہری پروگرام کے پُر امن ہونے کی تصدیق ہو سکے۔

البتہ یہ بات ناقابل تردید ہے کہ یہودی وجود امریکی منظوری کے انتظار میں تھی۔ اور جیسے ہی اسے امریکہ کی جانب سے اجازت ملی، حملے کا آغاز ہو گیا۔

5 - لہٰذا، یہ تصور بھی محال ہے کہ کوئی ذی شعور یہ مانے کہ یہودی وجود نے یہ حملہ امریکی منظوری کے بغیر کیا۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔

"امریکہ کے اسرائیل میں سفیر، مائیک ہکابی نے جمعرات کو کہا کہ انہیں توقع نہیں کہ اسرائیل، امریکہ سے 'گرین سگنل' لئے بغیر ایران پر حملہ کرے گا۔" (عرب48، 2025/6/12)

ٹرمپ اور نیتن یاہو کے درمیان چالیس منٹ کی فون کال کے بعد، "ایک اسرائیلی عہدیدار نے ٹائمز آف اسرائیل کو جمعہ کے روز انکشاف کیا کہ تل ابیب اور واشنگٹن نے ایک 'وسیع میڈیا اور سکیورٹی فریب کاری کی مہم' چلائی، جس میں خود ڈونلڈ ٹرمپ نے بھی بھرپور حصہ لیا، تاکہ ایران کو یہ باور کرایا جائے کہ اس کی جوہری تنصیبات پر حملہ فوری نہیں ہونے والا... اس عہدیدار نے وضاحت کی کہ اس دوران اسرائیلی میڈیا میں یہ خبریں لیک کی گئیں کہ ٹرمپ نے نیتن یاہو کو ایران پر حملے سے باز رہنے کی تنبیہ کی ہے، اور ان لیکس کو 'فریب کاری مہم' کا حصہ قرار دیا۔" (الجزیرہ نیٹ، 2025/6/13)

اس کے ساتھ ہی امریکہ نے حملے سے قبل یہودی وجود کو مخصوص ہتھیار بھی فراہم کیے، جو حملے میں استعمال ہوئے۔ "میڈیا رپورٹس کے مطابق امریکہ نے منگل کے روز خفیہ طور پر تقریباً 300 AGM-114 ہیل فائر میزائل اسرائیل کو بھیجے، جیسا کہ امریکی حکام نے بتایا۔ یروشلم پوسٹ نے رپورٹ کیا کہ حکام نے تصدیق کی کہ واشنگٹن کو جمعے کی صبح ایران کی جوہری اور عسکری تنصیبات پر اسرائیلی حملے کا پیشگی علم تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امریکی فضائی دفاعی نظام نے بعد میں ایران کی جوابی کارروائی میں داغے گئے 150 سے زائد بیلسٹک میزائلوں کو روکنے میں مدد کی۔ ایک اعلیٰ امریکی دفاعی عہدیدار نے کہا کہ ہیل فائر میزائل 'اسرائیل کے لیے مفید' ثابت ہوئے، اور بتایا کہ اسرائیلی فضائیہ نے 100 سے زائد طیارے استعمال کیے تاکہ پاسدارانِ انقلاب کے سینئر افسران، جوہری سائنسدانوں اور اصفہان اور تہران میں کمانڈ سینٹرز کو نشانہ بنایا جا سکے" (روس ٹائمز، 2025/6/14)

6 - پس، ٹرمپ انتظامیہ نے دانستہ طور پر ایران کو گمراہ کیا، حالانکہ وہ اس سے مذاکرات بھی کر رہی تھی، تاکہ یہودی وجود کا حملہ اچانک اور زوردار ہو، اور اس سے زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالا جا سکے۔ امریکی بیانات اس ارادے کی واضح نشاندہی کرتے ہیں۔ یعنی، امریکہ چاہتا تھا کہ یہودی حملہ ایران پر دباؤ کے ایک ہتھکنڈے کے طور پر استعمال ہو تاکہ وہ جوہری مذاکرات میں مزید رعایتیں دے۔

یہ حقیقت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ امریکہ نے یہودی وجود کے حملے کا کھل کر دفاع کیا، اسے "self defence" قرار دیا، ہتھیار فراہم کیے، اپنے طیارے اور فضائی دفاعی نظام استعمال کیے تاکہ ایران کے ردعمل کو روکا جا سکے—یہ سب اقدامات ایک تقریباً براہ راست امریکی جارحیت کے مترادف ہیں۔

امریکی ارادے کو ظاہر کرنے والے بیانات میں ٹرمپ کا وہ تبصرہ بھی شامل ہے جو اس نے اتوار کے دن کینیڈا میں جی 7 اجلاس کے لیے روانگی سے پہلے صحافیوں سے گفتگو میں کیا: "جب تک مجھے لگتا ہے کہ کوئی معاہدہ موجود ہے، میں نہیں چاہتا کہ وہ (اسرائیل) اندر جائیں، کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ برباد کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس سے فائدہ بھی ہو، لیکن یہ نقصان بھی پہنچا سکتا ہے"۔

اسی طرح، اے بی سی نیوز کو دیے گئے انٹرویو میں ٹرمپ نے اسرائیل کی مدد سے ایران کے جوہری پروگرام کو ختم کرنے میں امریکی مداخلت کے امکان کی طرف بھی اشارہ کیا۔ (عرب 48، 16/6/2025)

7 - امریکہ جنگ کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہا ہے تاکہ ایران کو زیر کرے، جیسا کہ ٹرمپ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے: "جب تک مجھے لگتا ہے کہ کوئی معاہدہ موجود ہے، میں نہیں چاہتا کہ وہ (اسرائیل) اندر جائیں، کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ برباد کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس سے فائدہ بھی ہو، لیکن یہ نقصان بھی پہنچا سکتا ہے"۔ اس بات کی مزید تصدیق ٹرمپ کی جانب سے ایران پر یہودی حملے کو "شاندار" قرار دینے سے ہوتی ہے۔ اس نے کہا: "اب تک بہت زیادہ ہلاکتیں اور تباہی ہو چکی ہیں، لیکن ابھی بھی وقت ہے کہ اس قتلِ عام کو مزید بڑھایا جائے، اور اگلے حملے تو پہلے سے بھی زیادہ سفاک ہوں گے۔" (اے بی سی نیوز، 13/6/2025)

ٹرمپ نے یہ بھی کہا: "ایران کو میری بات مان لینی چاہیے تھی جب میں نے انہیں خبردار کیا تھا—شاید آپ کو معلوم نہ ہو، لیکن میں نے انہیں 60 دن کا انتباہ دیا تھا، اور آج اکسٹھواں (61) دن ہے۔ اب انہیں مذاکرات کی میز پر آنا چاہیے، اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔ یہ ان کے لیے بہت دیر ہو جائے گی" (سی این این، 16/6/2025)

یہ بیانات واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ امریکہ نے نہ صرف یہودی وجود کو اس جارحیت کی اجازت دی، بلکہ اسے اس پر عمل کرنے کی ہدایت بھی دی۔

ٹرمپ نے اپنے پلیٹ فارم "ٹروتھ سوشل" پر لکھا: "اگر وہ بات کرنا چاہتے ہیں تو جانتے ہیں کہاں آنا ہے۔ انہیں وہ معاہدہ قبول کر لینا چاہیے تھا جو میز پر موجود تھا—اس سے بہت سی جانیں بچ جاتیں!!!" اس نے مزید کہا: "ایران کو جوہری ہتھیار حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی" (روس ٹائمز، 2025/6/16)

"ایک یہودی عہدیدار نے ایران کی مضبوط فورڈو تنصیب پر بمباری میں امریکہ کے کردار کی وضاحت کرتے ہوئے کہا، 'امریکہ ایران کے خلاف فوجی کارروائی میں شامل ہو سکتا ہے'، اور یہ کہ ٹرمپ نے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کو بتایا تھا کہ وہ ضرورت پڑنے پر ایسا کرے گا" (العربیہ، 2025/6/15)

8 - اور بالآخر، یہی کچھ ہوا۔ اتوار کی صبح، 22 جون 2025 کو صدر ٹرمپ نے اعلان کیا کہ " تین ایرانی جوہری تنصیبات کو نشانہ بنایا گیا ہے"، اور ساتھ ہی امریکی حملے کی کامیابی کی تصدیق بھی کی۔ اُن کے مطابق، حملے میں فورڈو، نطنز اور اصفہان کی جوہری تنصیبات کو نشانہ بنایا گیا، اور انہوں نے ایران سے مطالبہ کیا کہ وہ جنگ ختم کر کے امن قائم کرے۔ اسی دن امریکی وزیر دفاع پیٹ ہیگسیتھ نے بیان دیا: "امریکی حملے نے ایران کے جوہری عزائم کا خاتمہ کر دیا ہے۔" (بی بی سی، 22 جون 2025)

اس کے بعد "سی این این نے پیر کی شام انکشاف کیا کہ ایران نے قطر میں امریکی العدید ایئر بیس پر مختصر اور درمیانے فاصلے کے بیلسٹک میزائلوں سے حملہ کیا۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ امریکی جنگی طیاروں کو اس حملے سے قبل ہفتے کے اختتام پر وہاں سے منتقل کر دیا گیا تھا۔ رائٹرز نے مزید بتایا: "ایران نے حملے سے چند گھنٹے قبل امریکہ کو اس کی اطلاع دے دی تھی اور دوحہ کو بھی مطلع کر دیا تھا" (سکائی نیوز عربیہ، 2025/6/23)

پیر کے دن ٹرمپ نے کہا: "میں ایران کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ اس نے ہمیں پہلے ہی خبردار کر دیا، جس کی وجہ سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔" (سکائی نیوز، 2025/6/24)

9 - پھر، امریکہ اور یہودی وجود کے حملوں اور ایران کے جوابی حملوں کے بعد، جن میں جانی و مالی دونوں لحاظ سے بڑا نقصان ہوا، "ایرانی وزارتِ صحت کے ترجمان نے کہا کہ اسرائیلی حملوں میں اب تک 610 افراد شہید اور 4,746 زخمی ہو چکے ہیں... جبکہ اسرائیلی وزارتِ صحت کے مطابق، 13 جون سے اب تک 28 افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔" (بی بی سی نیوز، 2025/6/25)

ان حملوں کے بعد، ٹرمپ — جس نے یہ جنگ یہودی وجود کو حملے پر اکسا کر شروع کی، اور خود اس میں شریک بھی ہوا — اب منظر پر واپس آکر جنگ بندی کا اعلان کرتا ہے۔ اور یہودی وجود اور ایران دونوں اس جنگ بندی کو قبول کر لیتے ہیں، گویا ٹرمپ ہی ان دونوں کے درمیان جنگ کا منیجر ہے، اور وہی فیصلہ کرتا ہے کہ جنگ کب شروع ہو اور کب ختم"۔ ٹرمپ نے ایران اور یہودی وجود کے درمیان اس جنگ بندی کے نفاذ کا اعلان کیا، جسے اس نے خود تجویز کیا تھا۔ نیتن یاہو نے کہا کہ وہ ٹرمپ کی تجویز سے متفق ہے... رائٹرز نے ایک سینئر ایرانی عہدیدار کے حوالے سے بتایا کہ تہران نے قطر کی ثالثی اور امریکہ کی تجویز کردہ جنگ بندی کو قبول کر لیا ہے" (الجزیرہ، 2025/6/24)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جنگ، جسے ٹرمپ نے بھڑکایا اور پھر روکا، دراصل اس کے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے تھی، جن میں ایران کی جوہری و میزائل صلاحیتوں کا خاتمہ شامل ہے۔ نیٹو سمٹ کے لئے دی ہیگ روانگی سے قبل صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے ٹرمپ نے کہا: "ایران کی کلیدی افزودگی تنصیبات مکمل طور پر تباہ کر دی گئی ہیں"۔ اس نے مزید کہا کہ "اسرائیل ایران پر حملہ نہیں کرے گا اور جنگ بندی نافذ ہو چکی ہے" (الجزیرہ، 2025/6/24)

**10** - جہاں تک ایران کا امریکہ کے دائرہ اثر میں ہونے کا تعلق ہے، تو ہاں، ایران حقیقتاً ایک ایسی ریاست ہے جو امریکہ کی مدار میں گردش کر رہی ہے، یعنی ایک تابع ریاست۔ یہ امریکی مفادات کی تکمیل کے ذریعے اپنے مفادات کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔

اسی بنیاد پر اس نے افغانستان اور عراق پر امریکی قبضے میں مدد دی، اور اس قبضے کو مستحکم کیا۔ اسی طرح اس نے شام میں امریکی ایجنٹ بشار الاسد کی حفاظت کے لئے مداخلت کی، اور یمن و لبنان میں بھی ایسا ہی کیا۔ ان تمام اقدامات کا مقصد اپنے علاقائی اثر ورسوخ کو بڑھانا تھا، اگرچہ وہ امریکہ کے دائرہ اثر کے اندر رہ کر ہی ہو۔

لیکن ایران یہ حقیقت سمجھنے سے قاصر رہا کہ جب امریکہ محسوس کرتا ہے کہ کسی تابع ریاست سے اپنے مفادات حاصل کر چکا ہے، یا اس ریاست کے کردار اور اثر ورسوخ کو محدود کرنا چاہتا ہے، تو وہ پہلے سفارتی دباؤ ڈالتا ہے، اور اگر ضروری ہو تو فوجی دباؤ کا سہارا لیتا ہے۔ یہی صورتحال آج ایران کو درپیش ہے۔

لہٰذا، یہ حملہ جو یہودی وجود نے امریکی ہدایت اور حمایت سے کیا، اس کا مقصد ایران کی عسکری قیادت، خاص طور پر جوہری شعبے میں، اور ان مشیروں کا خاتمہ ہے جو حالیہ عرصے میں یہودی وجود سے متعلق امریکی پالیسی کے برخلاف نقطہ نظر اپنانے لگے تھے۔

امریکہ کو ان ریاستوں کی کوئی پرواہ نہیں، کیونکہ اسے یقین ہے کہ آخرکار یہ اسی حل کو قبول کریں گی جو امریکہ پیش کرے گا۔

11 - یہ اب جنگ بندی کے بعد امریکی منصوبے کے طور پر کھل کر سامنے آ چکا ہے، جس کا مقصد ایران کی فوجی جوہری صلاحیت کو ختم کرنا ہے:

چار باخبر ذرائع نے انکشاف کیا کہ صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی انتظامیہ ایران کو دوبارہ مذاکرات کی میز پر لانے کے لیے 30 ارب ڈالر تک مالی رسائی دینے، اقتصادی پابندیوں میں نرمی، اور منجمد اثاثوں کی بحالی پر غور کر رہی ہے۔ ذرائع کے مطابق، گزشتہ دو ہفتوں کے دوران ایران اور اسرائیل پر ہونے والے فوجی حملوں کے باوجود، امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے اہم فریقین نے ایران سے خفیہ مذاکرات جاری رکھے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ یہ مذاکرات جنگ بندی کے بعد اس ہفتے بھی جاری رہے۔ ٹرمپ انتظامیہ کے حکام نے تصدیق کی کہ ایران کے ساتھ ابتدائی اور پیشرفتہ دونوں نوعیت کی متعدد تجاویز پر بات چیت ہوئی، تاہم ایک غیر لچکدار شرط واضح طور پر رکھی گئی: ایران کو یورینیم کی افزودگی مکمل طور پر روکنا ہو گا۔ (العربیہ، 27 جون 2025)

12 - آخرکار، اس امت کی سب سے بڑی مصیبت اس کے حکمرانوں میں ہے۔ ایران کو مسلسل حملوں کی دھمکیاں دی جاتی رہیں، مگر اس نے کبھی دفاع میں پہل نہ کی — حالانکہ ایسے دشمن کے مقابلے میں، جیسا کہ یہودی وجود، حملہ ہی بہترین دفاع ہوتا ہے۔ ایران مسلسل خاموش رہا، یہاں تک کہ اس کی جوہری تنصیبات تباہ کر دی گئیں، اور اس کے سائنس دانوں کو شہید کر دیا گیا۔ تب جا کر اس نے محدود رد عمل دکھایا۔ امریکی حملوں کے معاملے میں بھی ایران کا یہی کمزور اور تاخیری رویہ سامنے آیا۔

پھر ٹرمپ جنگ بندی کا اعلان کرتا ہے، اور یہودی وجود اور ایران دونوں اس کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ مذاکرات چلا رہا ہے، منصوبے پیش کر رہا ہے، اور اعلان کر رہا ہے کہ ایران کی یورینیم افزودگی کی مکمل بندش ایک ناقابلِ تبادلہ شرط ہے!

ہم خبردار کرتے ہیں کہ یہ جنگ کسی بھی قسم کے یہودی وجود کے ساتھ امن یا ایران کے غیر مسلح کیے جانے پر ختم نہ ہو۔

مسلمان ممالک کے دیگر حکمرانوں کا بھی یہی حال ہے، خاص طور پر وہ جو یہودی وجود کے آس پاس ہیں — دشمن کے طیارے ان کے سروں پر پرواز کرتے ہیں، مسلمانوں کی زمینوں پر بم گراتے ہیں، اور بحفاظت واپس لوٹتے ہیں، اور ان پر کوئی فائر تک نہیں کرتا! یہ مکمل طور پر امریکہ کے تابع ہیں... یہ اپنی بے عملی کو جواز فراہم کرتے ہیں، اور ان مصنوعی قوم پرستانہ سرحدوں کی تقدیس کرتے ہیں، بھول کر یا جان بوجھ کر نظر انداز کرتے ہوئے کہ مسلم سرزمین ایک ہے، چاہے وہ زمین کے کسی بھی کونے میں ہو۔

اہلِ ایمان کی جنگ اور امن ایک ہے۔ ان کے فقہی مذاہب انہیں تقسیم نہیں کر سکتے، جب تک وہ مسلمان ہیں۔ یہ حکمران اپنے عمل سے تباہی کے راستے پر گامزن ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کے سامنے جھک کر وہ محفوظ ہو جائیں گے۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ امریکہ انہیں ایک ایک کر کے نشانہ بنائے گا، اور ان کے ایسے ہتھیار چھین لے گا جو یہودی وجود کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں — جیسا کہ وہ شام کی عسکری قوت کو تباہ کر چکا، اور اب ایران کے ساتھ بھی یہی کر رہا ہے۔

آخر کار، یہ حکمران دنیا و آخرت میں صرف ذلت در ذلت کے وارث ہوں گے:

**﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾ "وہ لوگ جنہوں نے جرائم کیے، ان پر عنقریب اللہ کے ہاں ذلت و خواری نازل ہو گی، اور ان کی سازشوں کے بدلے شدید عذاب بھی"**

[الأنعام:124]

کیا وہ عقل نہیں رکھتے؟ یا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ "وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ کچھ سمجھتے نہیں۔"** [البقرہ:171]

**اے مسلمانو!**

تم دیکھ رہے ہو اور سن رہے ہو کہ تمہارے حکمرانوں نے کس طرح تم پر ذلت، رسوائی اور کفار استعمار کے آگے جھکاؤ مسلط کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ یہودی جن پر ذلت اور پستی مسلط کی گئی تھی، آج مقدس سرزمین پر قابض ہیں!

اور بلاشبہ، تم جانتے ہو کہ تمہاری عزت صرف اسلام اور اسلامی ریاست، خلافت راشدہ میں ہے، جس کی قیادت ایک نیک خلیفہ کرے گا، جس کے پیچھے تم جہاد کرو گے اور جس کے ذریعے تم محفوظ رہو گے۔ اور بلاشبہ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ خلافت مخلص مومنوں کے ہاتھوں قائم ہو گی، ان الفاظ کی تکمیل کرتے ہوئے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائے:

**«لَتُقَاتِلُنَّ الْيهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ» "تم ضرور یہودیوں سے جنگ کرو گے، اور یقیناً انہیں قتل کرو گے"**

پھر زمین، اللہ کی غالب و حکیم نصرۃ سے روشن ہو جائے گی۔

آخر میں، حزب التحریر — وہ رہنما ہے جو اپنی امت سے جھوٹ نہیں بولتی — تمہیں پکارتی ہے کہ اس کی مدد کرو، اور اس کے ساتھ مل کر خلافتِ راشدہ کے قیام کے لئے کام کرو، تاکہ اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت حاصل ہو، اور کفر اور اس کے پیروکاروں کو ذلت نصیب ہو۔ یہی ہے اصل، عظیم کامیابی:

**﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اور اس دن مومن خوش ہوں گے * اللہ کی نصرت سے، وہ جسے چاہے نصرت دیتا ہے، اور وہی زبردست، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"**

[الروم:4–5]

**آپ کا بھائی**

**عطاء بن خلیل أبو الرشتة**

**3 محرم 1447 ہجری**

**28 جون 2025 عیسوی**

**#أمیر_حزب_التحریر**

**#Ameer_Hizb_ut_Tahrir**

فہرست

# سوال کا جواب: ایسی ریاستوں کے ساتھ معاملات کرنا جو

# فعلاً حربی ممالک (المحاربۃ فعلا) ہیں

(عربی سے ترجمہ)

أبو محمد سلیم کے لئے

**سوال:**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

أبو محمد سلیم -

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں، اور یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو عظیم فتح سے ہمکنار فرمائے، اور آپ کے ہاتھوں خیر کے تمام دروازے کھول دے۔

میں اپنے محترم شیخ اور حزب التحریر کے امیر،

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ،

کی خدمت میں ایک سوال پیش کرنا چاہتا ہوں:

ایک بھائی نے مجھ سے "اسرائیلی" بستی برکان میں ایک فیکٹری میں کام کرنے کے متعلق سوال کیا ہے، جو کنٹینرز تیار کرتی ہے۔ حال ہی میں اس فیکٹری کے ایک حصے کو "اسرائیلی" فوج کے استفادہ کے لئے تبدیل کر دیا گیا ہے، جہاں بجلی کے جنریٹرز کو منتقل کرنے والی گاڑیاں اور دیگر فوجی متعلقہ اشیاء تیار کی جا رہی ہیں۔

کیا اس حصے میں کام کرنا جائز ہے جو فوجی گاڑیاں تیار کرتا ہے؟

اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور بہترین اجر عطا فرمائے۔

اللہ آپ کی مدد فرمائے، آپ کو فتح عطا کرے، آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو طاقت عطا فرمائے، اور آپ کے ہاتھوں فتح و تمکین عطا فرمائے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی حفاظت فرمائے اور ہر قسم کے شر و نقصان سے محفوظ رکھے۔ اور اگر جلد جواب دیا جا سکے تو یہ آپ کی بہت بڑی مہربانی ہو گی۔

**جواب:**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جہاں تک مذکورہ فیکٹری کا تعلق ہے، کہ "حال ہی میں اس فیکٹری کے ایک حصے کو 'اسرائیلی' فوج کے استفادہ کے لئے تبدیل کیا گیا ہے، جہاں بجلی کے جنریٹرز اور دیگر فوجی اشیاء کی نقل وحمل کے لئے گاڑیاں تیار کی جارہی ہیں"، اور چونکہ یہ فیکٹری یہودی وجود سے وابستہ ہے، جو کہ فعلاً ایک متحارب (المحاربۃ فعلاً) ریاست ہے،

تو اس کا جواب دو حالات پر مبنی ہے:

پہلا معاملہ ان مسلمانوں سے متعلق ہے جو قابض صورتحال کے تحت ہیں، اور دوسرا ان مسلمانوں سے متعلق ہے جو اس قبضے سے باہر ہیں۔

جہاں تک پہلے معاملے کا تعلق ہے، اس پر ان مسلمانوں کی صورتحال لاگو ہوتی ہے جو مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام ہو جانے کے بعد مکہ میں رہ گئے تھے۔

فلسطین میں یہودیوں کے قبضے کے تحت رہنے والے فلسطینی لوگوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ خرید وفروخت اور لین دین کے دیگر معاملات کریں، سوائے ان کاموں کے جو دشمن کو تقویت پہنچاتے ہوں۔

یہی اصول اسی طرح ان مسلمانوں پر بھی لاگو ہوتا ہے جو امریکی شہریت رکھتے ہیں، مثال کے طور پر، ان کا حکم مکہ کے ان مسلمانوں جیسا ہے جنہوں نے ہجرت نہیں کی، ان کے لئے دارالحرب (یعنی حربی ریاست) کے ساتھ معاملات کرنا جائز ہے جہاں وہ رہ رہے ہوں، سوائے ان امور کے جو کفار کو مسلمانوں کے خلاف تقویت دیتے ہوں، بشرطیکہ "تحقیق المناط" (مقصد کی تحقیق) کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے۔

جہاں تک دوسرے معاملے کا تعلق ہے، ہم اس سے پہلے بھی ایسے ہی سوالات پر متعدد جوابات دے چکے ہیں، جن میں سے مورخہ 31 مارچ، 2009ء کا ایک جواب ذیل میں ہے:

[1] "ایسی ریاستوں کے ساتھ براہ راست کام کرنا جائز نہیں جو سرگرمی سے فعلاً حربی ہوں، اور اسی طرح نہ ہی ان ریاستوں سے وابستہ کمپنیوں کے ساتھ کام کرنا جائز ہے، کیونکہ سرگرم محاربین کے ساتھ تعلق بھی جنگی نوعیت کا ہوتا ہے، تجارتی یا پرامن نہیں۔

[2] جہاں تک ان اداروں کے ساتھ کام کرنے کا تعلق ہے جو بالفعل محارب ریاستوں سے لین دین کرتے ہیں، تو اس کا دارومدار ذیل کی صورتحال پر ہے:

الف- اگر وہ منصوبہ جو وہ ادارہ انجام دے رہا ہو، وہ ایسی ریاستوں کے لئے ہو جو بالفعل محارب ریاست ہے، تو اس ادارے کے ساتھ اس منصوبے پر کام کرنا جائز نہیں ہے۔

ب- اگر وہ منصوبہ جو وہ ادارہ انجام دے رہا ہو، وہ کسی محارب ریاست کے لئے نہ ہو بلکہ مقامی آبادی کے لئے ہو، جیسے اسکول کی تعمیر یا سڑک کی تعمیر کرنا، تو اس کا گناہ اس ادارے پر ہے جو محارب ریاست سے تعلق رکھے ہوئے ہے۔ البتہ ایسے کسی منصوبے پر اس ادارے کے ساتھ کام کرنا تب تک جائز ہے جب تک وہ منصوبہ محارب ریاست کے لئے نہ ہو"۔ [اقتباس ختم]

مورخہ 24 جولائی، 2011ء کو ایک اور سوال کا جواب:

..."ان ممالک کی کمپنیوں اور تنظیموں کے ساتھ براہ راست معاہدہ کرنا جو مسلم سرزمینوں پر قابض ہیں اور بالفعل حالت جنگ میں ہیں، تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنا حربی ریاستوں کے ساتھ معاملہ کرنا ہے...

اگر معاملہ کسی مقامی حکومت یا مقامی تنظیم کے ساتھ ہو جو قابض ریاست سے براہ راست تو وابستہ نہ ہو لیکن اس کے ساتھ تعلقات رکھتی ہو، تو یہ اس پر منحصر ہے:

1- اگر مقامی تنظیم کا قابض ریاست کے ساتھ تعلق فوجی منصوبوں پر ہو، تو اس صورتحال میں یہ جائز نہیں۔

2- اگر مقامی تنظیم کا تعلق قابض ریاست کے ساتھ ایسے تجارتی منصوبوں پر ہو جو ملک کو نقصان نہ پہنچاتے ہوں، تو یہ جائز ہے۔ بہرحال اس کے ساتھ کام کرنے سے اجتناب کرنا بہتر (مندوب) ہے تاکہ نقصان پہنچنے کا شبہ نہ ہو۔

3- اگر کارکن کی ملازمت مقامی حکومت کے تحت ہو لیکن اس کی ملازمت کا معاہدہ براہ راست قابض ریاست سے ہو، تو یہ جائز نہیں۔

4- اگر کارکن کی ملازمت مقامی حکومت کے تحت ہو اور اس کا معاہدہ بھی اسی حکومت کے ساتھ ہو، تو یہ جائز ہے، اگرچہ اس حکومت کو قابض ریاست سے مالی امداد بھی ملتی ہو، بشرطیکہ اس کارکن کی تنخواہ مقامی حکومت دے رہی ہو۔

5- اگر کارکن کی ملازمت مقامی حکومت کے تحت ہو، اور اس کا معاہدہ بھی اسی مقامی حکومت کے ساتھ ہو، لیکن اس کی تنخواہ براہ راست قابض ریاست دے رہی ہو، تو یہ جائز نہیں۔

جہاں تک ان باتوں کے دلائل کا تعلق ہے، تو یہ بالفعل محارب ریاستوں کے ساتھ تعلقات کے احکام پر مبنی ہیں"۔[اقتباس ختم]

مجھے امید ہے کہ یہ جواب کافی ہو گا، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور وہ سب سے زیادہ حکمت والا ہے۔

**آپ کا بھائی**

**عطاء بن خلیل أبو الرشتة**

**12 محرم 1447ھ-**

**بمطابق 07 جولائی، 2025ء**

**#أمیر_حزب_التحریر**

**#Ameer_Hizb_ut_Tahrir**

فہرست

# پاکستان کے حکمران یہودی ریاست کے ساتھ نارملائزیشن کی لہر پر سوار ہونے کی تیاری کر رہے ہیں! خیانت پر مبنی "اِبراھیمی معاہدے" میں پاکستان کی شمولیت ٹرمپ اور یہودی وجود کے مفادات کی حفاظت ہے!

میڈیا آفس حزب التحریر ولایہ شام

اس ماہ کی آٹھ تاریخ کو ظالم اسد کے زوال کے بعد سے، یہودی وجود کے غول شام کی سرزمین پر پہنچ گئے، اور اس کے جنگی جہاز اس کے آسمانوں میں گھومنے لگے، جن کے نفرت آمیز فضائی حملوں سے متعدد شہر، قصبے اور فوجی مقامات متاثر ہوئے، یہاں تک کہ وہ مشرقی شام کے شہر دیر الزور تک پہنچ گئے۔ ان کینہ آمیز مجرمانہ حملوں کا ہدف وسطی اور جنوبی علاقوں میں فوجی اسلحہ ڈپوؤں، دفاعی ائر فورس، فوجی سائنسی تحقیقی مراکز اور فوجی ہوائی اڈے تھے، جس میں دمشق کے نواح میں واقع میزہ ملٹری ایئرپورٹ بھی شامل ہے۔ منگل 10 دسمبر 2024 کو یہودی وجود کی فوج نے انکشاف کیا کہ اس نے "تقریباً 80٪ شامی فوجی صلاحیتوں کے خلاف فضائی حملے کیے، جو کہ اسرائیل کی فضائیہ کی اب تک کی سب سے بڑی کارروائیوں میں سے ہے"۔

یہودی وجود شام کے دارالحکومت دمشق کے جنوب مغرب میں تقریباً 25 کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچ گیا ہے اور نقشوں میں دکھایا گیا کہ یہودی وجود کی فوج کا کنٹرول ماؤنٹ ہرمون کی چوٹی پر، اور غیر فوجی زون کے اندر متعدد دیہات اور قصبوں میں 18 کلومیٹر کی گہرائی تک قائم ہو گیا ہے۔ یہودی وجود کے ریڈیو نے اعلان کیا کہ "350 لڑاکا طیاروں نے دمشق سے طرطوس تک کے مقامات پر حملہ کیا اور درجنوں طیارے، فوجی اڈے، فضائی دفاعی نظام اور ہتھیاروں کے ڈپو تباہ کر دیے"، جبکہ نیتن یاہو نے خبردار کرتے ہوئے کہا: "اگر یہ حکومت ایران کو اجازت دیتی ہے کہ وہ شام میں اپنی موجودگی دوبارہ مضبوط کرے، یا حزب اللہ کو ایرانی ہتھیار یا کسی اور کے ہتھیاروں کی فراہمی کی اجازت دے، یا اگر اس نے ہم پر حملہ کیا تو ہم اس کا بھرپور جواب دیں گے، اور اسے بھاری قیمت چکانی پڑے گی اور جو پچھلی حکومت کے ساتھ ہوا تھا اس حکومت کے

ساتھ بھی وہی ہو گا"۔ قابض فوج کے وزیر اسرائیل کاٹز نے کہا کہ "اسرائیلی" بحری میزائلوں نے شام کے جنگی بیڑے کو تباہ کر دیا، انہوں نے مزید کہا کہ "اسرائیلی" افواج شام اور گولان کی پہاڑیوں کے درمیان بفر زون میں تعینات ہیں، اور اس نے جنوبی شام میں "خالص دفاعی زون" کے قیام کا حکم دیا ہے اور یہ مستقل موجودگی نہیں ہے اور اس کا مقصد "اسرائیل کے خلاف کسی بھی دہشت گردی کے خطرے کو روکنے کے لیے ہے"نیتن یاہو نے 12/8/2024 کو شام کے ساتھ 1974 میں ہونے والے "disengagement کے معاہدے" کے خاتمے کا اعلان کیا، اور کہا کہ یہودی وجود کے زیر قبضہ اور الحاق شدہ شامی گولان کی پہاڑیوں کا حصہ "ہمیشہ کے لیے اسرائیل کا رہے گا"۔

یہ وہ یہودی وجود ہے جس نے غزہ اور اس کے گردونواح میں قتل عام کے بعد قتل عام کیا اور ان پر اپنے گولہ بارود، لاوے اور ہوائی جہاز کے میزائلوں کی بارش کی، جس میں اسے لامحدود امریکی حمایت حاصل تھی۔ یہ اس کا تکبر ہے کیونکہ اسے روکنے اور اس کے سینگوں کو توڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ ایک نفرت آمیز جرم جو شام میں تمام اسٹریٹجک ہتھیاروں کو نشانہ بناتا ہے، اس خوف سے کہ وہ ان لوگوں تک نہ پہنچ جائیں جو انہیں صحیح سمت میں استعمال کریں گے، اور اگر شام ایک ٹوٹا ہوا بازو رہے گا تو وہ اس یہودی وجود کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے قابل نہیں ہو گا بلکہ اسے دھمکی لگانے کے قابل بھی نہ ہو گا۔ وہ چاہتے ہیں کہ مستقبل کا شام ایک کمزور، محکوم، ذلیل ریاست ہو، جس میں ہتھیار نہ ہوں اور وہ کسی چیز کا سہارا نہ لے سکے۔ جی ہاں، یہی امریکہ اور اس کا حامی، یہودی وجود چاہتے ہیں۔ نفرت آمیز پروازیں بغیر کسی ردعمل کے اڑان بھر رہی ہیں، لیکن جابر سرکش اسد کے اقتدار کے ملبے پر قیادت کا کنٹرول سنبھالنے والوں کی طرف سے مذمت کا بیان بھی نہیں آیا، ان کی طرف سے قبروں کی مانند خاموشی ہے، اس یقین دہانی کے ساتھ کہ ان کا کسی غیر ملکی جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ فرار ہونے والے ظالم اسد کے جواب کا حق محفوظ رکھتے ہیں، "اسٹریٹجک صبر" سے لطف اندوز ہوتے ہوئے، اور اس بات کی مذمت اور شکایت کرتے ہوئے کہ بین الاقوامی برادری اور یہودی وجود ہماری اس جنگ میں سابقہ نظام کی طرف سے شریک تھے۔

ہمیں یقین ہے کہ یہودیوں کا یہ غرور جاری رہے گا اور اسے صرف اسلامی ریاست کے لوگ ہی روکیں گے، وہ خلافت ریاست جو قائم ہونے والی ہے اور جس کا قیام ہم سب پر فرض ہے، ایک ایسی ریاست جس کی قیادت صالح، آزاد اور پاکیزہ مومنوں پر مشتمل ہو۔ اللہ کے ایسے بندے جو ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، جو یہودی وجود سے قتال کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کریں گے اور وہ اس کے سینگوں کو توڑ دیں گے اور اس کی چالوں اور تکبر کو مٹی میں ملا دیں گے۔ اور اسے ماضی کا واقعہ بنا دیں گے، جو کہ اللہ کے اذن سے عنقریب ہو گا۔

ہم شام کی سرزمین کے ان آزاد انقلابیوں اور مجاہدین کو پکارتے ہیں، جنہوں نے انتہائی شاندار ہیروازم اور بہادری کے بعد شام کے جابر سرکش حکمران کا تختہ الٹ دیا، کہ اس عورت کی طرح نہ بنیں "جس نے کپڑا بُننے کے بعد اس کے تار پود بکھیر دیے"، بلکہ وہ اسلامی ریاست کے قیام کی طرف اٹھیں اور حرکت میں آئیں، تاکہ ہم اللہ کی رضا اور اس کے قرب کے مستحق بنیں اور اللہ کی طرف سے نصر کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کر سکیں، ہماری تعریف اللہ کے لیے ہی ہے اور ہماری شکر گزاری اس کے لیے ہے جو اس ناکارہ، مجرمانہ، سیکولر حکومت کے ملبے پر اللہ کی شریعت کی حکمرانی اور اسلام کی ریاست کو قائم کرے گا۔ پھر یہودی وجود اور اس کے پیچھے دنیا کے کافروں اور مجرموں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح لڑا جاتا ہے اور قتال کیا جاتا ہے، اور تب ہی ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو صحیح معنوں میں لاگو کر سکیں گے:

﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ﴾ **"اور قتال کرو ان سے، اللہ تمہارے ہاتھوں سے انہیں سزا دے گا، اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ایمان والوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا"**(التوبة؛9:14)

فہرست

# نُصرة

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت وجہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن وسنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)۔